احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

پندرہ روزہ

احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

پیغامِ صُلح
لاہور

فون نمبر: 5863260 5862956

مدیر: چوہدری ریاض احمد

Email: centralanjuman@yahoo.com

رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 98 | 27 ربیع الاوّل تا 27 جمادی الثانی 1432 ہجری یکم تا 31 مئی 2011ء | شمارہ نمبر 10-9

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ

”مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا“۔ (کرامات الصادقین، ص ۲۵)

”ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل و جان سے یقین رکھتے تھے۔ قرآن شریف کو خدا تعالیٰ کی سچی اور کامل کتاب سمجھتے تھے اور سچے دل سے خاتم الکتب جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے خاتم النبین سمجھتے تھے۔ وہی نمازیں تھیں، وہی قبلہ تھا۔ اسی طرح ماہ رمضان کے روزے رکھتے تھے۔ حج اور زکوۃ میں بھی کوئی فرق نہ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کے سبب سے ہمیں یہود ونصاریٰ سے بدتر ٹھہرایا گیا“۔ (الحکم، ٦ جنوری ١٩٠٨ء)

آئینہ حق نما

''ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اور اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور احسان والا، اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں''۔(نسیم دعوت، ص ا)

جلالی نبی

''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلالی اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں''۔(تریاق القلوب، ص ۱۱)

فانی فی اللہ

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا وہ فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات نظر آتی تھیں۔ **اللھم صلے وسلم وبارک علیه واله بعد دھمه وغمه وحزنه لھذه الامة وانزل علیه انوار رحمتک الی الابد''۔**

(برکات الدعا، ص ۵)

خدا تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ نماز، صبر اور استقامت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 20 مئی 2011ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

''پس مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو میری ناشکری نہ کرو، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے اور ضرور ہم کسی قدر ڈر، بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں''۔

یہ سورۃ البقرہ کی آیات 152-157 ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے مذکورہ آیات کی تلاوت اور ان کا ترجمہ سنایا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ بیماری کے بعد اللہ نے دوبارہ یہ موقع دیا کہ میں آپ کے سامنے جمعہ کا خطبہ دے رہا ہوں اور میرے بھائی میجر اکرام نے کامیاب دل کے آپریشن کے بعد پہلی دفعہ بستر پر جمعہ کی نماز ادا کی ہے۔

ہم سب کے لئے سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ عثمان الٰہی ملک جو بہت لمبے عرصہ سے اغوا کئے گئے اور سب نے مل کر کوئی ایسی نماز نہیں گذاری جس میں ہم نے ان کی واپسی کے لئے اور ان کے والدین اور گھر والوں کے صبر کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پچھلے جمعہ بھی ان کے لئے اجتماعی دعا ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام دعاؤں کو سن لیا اور عثمان الٰہی ملک بازیاب ہو گئے۔ **الحمدللہ**

آیات مذکورہ اسی مضمون کی طرف آپ کی توجہ دلاتی ہیں کہ کیسے انسانوں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آتی ہیں، کیسے اللہ تعالیٰ ان کی آزمائشوں کو دور کرتا ہے اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور صبر کرنے والوں کو کیا کیا خوشخبریاں دیتا ہے۔

ایک طرف سورۃ المومن کی 60 نمبر آیت ہے **''تم مجھے پکارو میں تمہیں دوں گا''** اور دوسری طرف **آزمائشوں کا ذکر**۔ دونوں آیات اہم ہیں۔ یہ اہم نکتہ ہے کہ ایک طرف اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں تمہیں جو مانگو گے دوں گا اور دوسری طرف ''**کہ میں ضرور کسی قدر ڈر اور بھوک، مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کروں گا**'' جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں اور قبولیت کا وعدہ دیتا ہوں لیکن وہاں پر انسانوں کو بھی آگاہ کیا ہے کہ میں تمہیں خوف، بھوک، مالوں، جانوروں اور پھلوں کے نقصان سے آزماؤں گا تو اس طرح سے اللہ تعالیٰ وہ رشتہ انسان کے ساتھ ظاہر کرتا ہے جو دوستی کا رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے اس کے دوست بن کر زندگی گذاریں اور بندوں میں سے ہی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ چنتا رہتا ہے اور آزمائشیں ہی ایک ایسا طریقہ ہیں جس سے ان لوگوں کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر آزمائشیں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کس کو کہے کہ اس نے صبر دکھایا اور میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں اور صابر لوگوں کو

اپنا دوست بناتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پہچانے کہ مشکلات میں کون اس کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس دوستی کے رشتے کو اسی طرح رکھا ہوا ہے جیسے انسانوں میں دوستیاں ہوتی ہیں۔ کبھی دوستی میں مہنگی اور نایاب چیز بلکہ زندگی تک اپنے دوست کے لئے نچھاور کر دیتا ہے اور کبھی وہی دوست اگر دوسرے دوست کے گھر سے سوئی بھی مانگے تو وہ انکار کر دیتا ہے۔ اسی طرح دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور دلوں میں رنجشیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتوں کو کچھ وقت کے لئے روک کر انسان کو آزماتا ہے اور وقتاً فوقتاً پرکھتا رہتا ہے کہ کونسا انسان اس کی دوستی پر پورا اترتا ہے۔ خدا تعالیٰ یہ خوشخبری دیتا ہے **"یہ وہی ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں"** حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ **مھتـــدون** سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کی منشاء کو پالیا۔ اس کے مطابق عمل درآمد کرنے لگے۔ اور جب انسان اپنے صبر سے خدا کی رضا کو پائے گا تو اس آزمائش سے وہ خدا کے اتنا قریب ہو جائے گا کہ اولیاء اللہ کا درجہ پائے گا۔ اور اس پر خدا کی رحمتیں برسیں گی اور وہ خدا کا قرب حاصل کرے گا جو زندگی کا مقصد ہے۔

براہین احمدیہ میں حضرت صاحب نے ان آیات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کا جو مفہوم ہے کہ " وہ لوگ جو اولیاء اللہ کا درجہ پاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے اور پھر ان کے صبر کو دیکھتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ مشکل میں کیسے صبر دکھائیں گے۔ اور وہ کیسے دعا اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے۔ اس کے لئے ایسے حالات پیدا ہونے ضروری ہیں جن میں آپ رقتِ قلب سے دعا مانگیں جیسے کہ عثمان الٰہی ملک کے لئے ہر بچے ، بوڑھے نے مسجدوں میں جا کر دعائیں مانگی ہیں۔ اور ان دعاؤں کے نتیجے میں خدا نے ظالم لوگوں کے دل میں رحم ڈالا ہے اور وہ بازیاب ہو گیا۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ احمدی ہے صرف اس کی نیک فطرت اور قرآن اور نماز میں خشوع وخسوع کی وجہ سے اس سے دعا کرواتے تھے۔

حضرت صاحب کے مطابق اس آیت میں بندے کے لئے بشارت ہے کہ میں تمہیں آزماؤں گا اور بندہ صبر سے نماز میں دعا مانگے تو اسے خدا کی رضا حاصل ہوگی۔ ورنہ انسان مشکل میں خدا سے شکوہ بھی کرتا اور خدا کے وجود پر بھی بے یقینی کا اظہار کر دیتا ہے یہ اس کے صبر کی آزمائش ہے۔ مشکلات میں دعاؤں کا سہارا لینے والے نمازوں میں بھی مانگتے ہیں اور استقامت اور صبر دکھاتے ہیں۔ جس طرح بھکاری آپ سے کچھ لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتا اور آخر کار اسے بھیک مل جاتی ہے۔ اسی طرح بار بار مانگنے پر خدا رجوع کر لیتا ہے۔

اولیاء اللہ پر تکالیف آئیں انہوں نے برداشت کیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تکالیف ڈھائی گئیں کہ ایک مقام پر خدا کی طرف سے فرشتے بھی آگئے کہ اگر تم چاہو تو میں ان کو تباہ کر سکتا ہوں لیکن وہ رحمتہ العالمینؐ تھے انہوں نے ایسا نہ چاہا۔ آپ کو صبر کے نمونے نبیوں میں ملتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ ، حضرت یعقوبؑ ، حضرت ایوبؑ کے قصے قرآن میں کہانیوں کے لئے نہیں ہیں وہ ہمارے لئے نمونہ ہیں اور اس زمانے میں جب انسان کو آزمایا جاتا ہے تو وہ بھی پچھلوں کا نمونہ دیکھتے ہوئے صبر کرتا ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ نبی ، صدیق ، شہدا اور صالحین سب آزمائے گئے انہوں نے صبر اور استقامت دکھائی اور وہ کامیاب رہے انہوں نے ہمارے لئے نمونہ چھوڑا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دیتا ہے کہ ہم بھی دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔

ہمارے ایک بزرگ روزانہ عثمان الٰہی ملک کا پوچھتے تھے کہ **" کوئی خبر آئی ؟ "** انہوں نے امید نہیں ہاری اور دعائیں کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اللہ ہماری دعاؤں کو رد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سنیں۔ ہم اس کے شکر ادا کرتے ہیں۔ متقی انسان ان آزمائشوں کو اللہ تعالیٰ کو پا جانے کی راہ سمجھتا ہے اور وہ اس کو خوشی خوشی عبور کرتا ہے تاکہ وہ خدا کے نزدیک ترین ہو جائے اور جب اس کو کوئی نئی آزمائش آتی ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ میری اللہ تعالیٰ کی طرف پیش رفت ہے اور اس نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اس نے مجھے آزمایا۔

حضرت صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ آزمائے نہ جاؤ تو آپ یہ سوچو کہ مجھ میں کیا خامی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آزما نہیں رہا۔ اس لئے آزمائش کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی کہ جس میں انسان واویلا کرے اور شور مچائے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے صبر کے قصے بھی مشہور ہیں ان کے پاس ایک ان کا

مرید آیا اور اس نے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور ہائے ہائے کر رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے سر میں بہت شدید درد ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلی بار سر درد ہو رہا ہے کہا جی پہلی بار ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت شدید درد ہو رہا ہے اس نے کہا جی میں مرا جا رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے پٹی بھی باندھ لی اور تم درد سے ہائے ہائے کر کے ساری محفل کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہو کہ میرے سر میں درد ہے۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟ کہا جی 32 سال۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے ان 32 سالوں میں کبھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے کہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہوئی۔ اگر اللہ چاہے وہ 10 منٹ کے سر درد کے دوران آپ سے صبر چھین لیتا ہے تو آپ ہائے ہائے کرنے لگ جاتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں وہ ساری عمر سر درد میں گذار دیتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ تو رکھا ہوا ہے۔

اب دوبارہ ان آیات کی طرف آتا ہوں کہ **''تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو''** جس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس طرح سے اللہ تعالیٰ ذکر نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا مطلب مشکلات میں بندے کو یاد رکھنا ہے۔

حضرت صاحب نے **ولا تکفرون** کے معنی **''اللہ کا کفر نہ کرو''** کیے ہیں یعنی خدا کا ذکر اور شکر دونوں لازم ہیں۔

خطبہ کے آخر میں حضرت صاحب کی اس آیت **''فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون''** کے متعلق تفسیر بیان کرتا ہوں۔

''تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا یعنی آرام اور خوشحالی کے وقت تم مجھے یاد رکھو اور میرا قرب حاصل کرو تا کہ مصیبت میں میں تمہیں یاد رکھوں''۔

اللہ تعالیٰ کو آسائش میں یاد رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر آپ کھاتے پیتے، صحت مند، اچھی نوکری پر ہیں اس وقت بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔ الحمد اللہ سے کیوں ہم اپنی نمازیں شروع کرتے ہیں؟ قرآن کیوں الحمد اللہ سے شروع کیا ہے؟ اس میں یہ بہت بڑا سبق ہے۔ کبھی بیٹھ کر سوچیں کہ ہمیں اللہ نے کیا کیا دیا ہے۔ یہ ذکر بھی ہے کہ **اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو ہیں ان کو یاد کرو۔** جب آپ امتحان سے گذرتے ہیں تب آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں ویسے آپ اللہ کو یاد کیا کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔

''اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تمہیں نہ بھولوں گا تمہارا خیال رکھوں گا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو'' اور آگے اسی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ **''ذکر الٰہی سے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے''۔**

ہماری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبدیت اور اس کے حکم پر چلنا ہے جو وہ کہے وہ کرنا ہے۔ جس سے وہ روکے اس سے ہر جسم کے اعضاء کو روکے رکھنا ہے۔ اور اگر ہم وہ سب پا جائیں تو ہم اس کے ''عبد'' اور ''اولیاء اللہ'' بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم پر اپنے انعامات کرتا ہے۔

اب ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم نے جو دعائیں عثمان الٰہی ملک کے لئے کیں اور وہ واپس آ گیا تو شکرانے کے طور پر ہم کم از کم 100 نوافل ادا کریں اور اگر ہم میں ہمت ہے اور اگر ہم جوان ہیں ایک دو تین روزے بھی رکھیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔

خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے دوست، اس کے ساتھی کہلانے کے قابل ہوں اور اس کے شکر گذار بندے بنیں۔

اللہ تعالیٰ عثمان الٰہی ملک کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اسے دین کا خادم بنائے۔ آمین

☆☆☆☆

قوانین فطرت پر عمل سے ہی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ عامر عزیز الازہری

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن کریم کی تیرھویں سورۃ الرعد کی چند آیات تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اور جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشان کیوں نہیں اتار دیا جاتا۔ کہہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ تا ہے۔ اور اسے اپنی طرف رستہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں سن رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں ان کے لئے انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے''۔ (13:27-30)

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان کا تعلق آج کل کے دور سے خاص طور پر ہے بلکہ یہ دو تین دن جو گذرے ان کے ساتھ بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔ میں ابھی حال ہی میں یورپ کے دورے پر تھا تو یہ سوال میرے ذہن میں بار بار اٹھتا تھا کہ یہ قومیں کیسے ترقی کر گئیں؟ ان کی ترقی کا راز کیا ہے؟ اور دوسرے دو دن پہلے کرکٹ کا ایک سیلاب پورے ملک میں آیا ہوا تھا۔ اور میڈیا نے اس کو اس انداز میں پیش کیا کہ جیسے یہ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔

اور ایک سوال جو میں ایک دن پہلے محترم سید ناصر احمد صاحب سے Discuss کر رہا تھا کہ کرکٹ کی جیت کے لئے منتیں مانگی جا رہی ہیں، مرادیں ہو رہی ہیں، لوگ سجدوں میں گرے ہوئے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں، ساری کی ساری قوم دعاؤں پر لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ میچ ہار گئے تو پھر کیا ہوگا۔ کل شام میرے ایک ساتھی نے کہا کہ اس کا چھوٹا چار پانچ سال کا بیٹا ہے۔ اس نے کہا کہ ابو میں اور میرے سارے کلاس فیلوز ہم سب نے مل کر دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے کسی کی دعا نہیں سنی اور پاکستان میچ ہار گیا۔ آپ تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بچوں کی دعائیں سنتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا بھی نہیں سنی ہم سب اتنی دعائیں کرتے رہے۔ اب کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ الٹا یہاں تک معاملہ چلا گیا کہ کل کسی نے مجھے بتایا کہ ایک دوکان پر ایک بندہ کھڑا تھا اس نے کہا کہ کاش میں انڈیا کی طرف ہوتا پاکستان کی طرف نہیں۔ یعنی اس حد تک مایوسی۔ باقاعدہ دکھایا گیا کہ لوگ مزاروں پر جا رہے ہیں۔ دعائیں ہو رہی ہیں۔ یہ کیوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان قلب کیسے اٹھ گیا؟ ہم کیوں نہیں اس اطمینان کو حاصل کر سکے۔ تو چند چیزیں میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں:

''یہ ذکر اللہ ہے کیا؟'' یہی وہ ایک نکتہ ہے جس کے نہ سمجھنے سے ہم نے نقصان اٹھایا۔ اس نکتے کو ہم سمجھ نہیں سکے کیونکہ ذکر اللہ سے مراد ہم نے صرف تسبیح کے دانوں پر اللہ اللہ کرنا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ جہاں ذکر اللہ کے ذریعے اطمینان قلب کا ذکر آتا ہے وہاں اس کے ساتھ عمل کا بھی لفظ آتا ہے یعنی بھرپور Action۔ کامیابی کا راز اللہ تعالیٰ نے عمل کے ساتھ رکھا ہے۔ یہاں پر آگے آتا ہے:

ترجمہ: ''جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں ان کے لئے انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ صرف اللہ اللہ کرنے سے آپ کو اطمینان حاصل ہوگا آپ انبیاؑ کی مثال لے لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اطمینان قلب صرف عبادت سے نہیں تھا۔ بلکہ عمل کے ساتھ تھا۔ جو سوسائٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی تھی وہ صرف عبادت تک محدود نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عمل کے ساتھ تبدیل کیا تھا۔ It was Action of the Holy Prophet جس نے لوگوں کو اطمینان قلب عطا کیا تھا۔ اسی

طرح اس زمانے کے امام کو دیکھ لیں آپ کو جو کامیابی حاصل ہوئی وہ کیسے ہوئی۔ عمل کے ذریعہ سے ہوئی اگر آپ صرف مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے تو وہ کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔تو یہ جو قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ ذکر اللہ اطمینان قلب ہے وہ مختلف چیز ہے۔اللہ پر ایمان ایک مختلف چیز ہے۔

میں یورپ میں یہ سوال سوچتا رہا تھا کہ اس قوم کو کیوں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ آج دوسو سال سے وہ حکمرانی کررہے ہیں۔ یہ قوم مطمئن کیوں ہے ساری کی ساری قوم مطمئن پھر رہی ہے کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے۔اس لئے کہ جو ذکر اللہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں۔ Laws of Nature جو ان کو اپنالے گا اس کو اللہ تعالیٰ اطمینان دے گا اور اس قوم ان قوانین کو اپنایا ہے۔ میں آپ کو صرف تین مثالیں دیتا ہوں۔ایک ٹیکسی کے ذریعے میں ریڈیو اسٹیشن جارہا تھا۔ جہاں میں نے ایک لیکچر دینا تھا۔ میں نے اسے اپنا جو پتہ بتایا وہ جرمن میں لکھا ہوا تھا۔اس سے قبل میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ یہ مجھے چکر لگوا کر پیسے تو نہیں بڑھائے گا۔اس نے کہا کہ یورپ میں ایسا کرتا تو کوئی نہیں ہے ۔تم آرام سے چلے جاؤ۔ ٹیکسی ڈرائیور ایک پوائنٹ آگے چلا گیا۔اس نے جب یہ دیکھا تو اس پر معذرت کی۔ میرے پاس اتنا وقت تھا کہ میں وہیں اتر کر ریڈیو اسٹیشن پہنچ سکتا تھا۔لیکن اس نے کہا کہ نہیں آپ بیٹھے رہیں اور وہ اوپر سے ایک لمبا چکر کاٹ کر آنے لگا۔اس لمحے میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاید یہ اپنے پیسے کچھ بڑھانے کے چکر میں ہے لیکن آپ یقین نہیں کرسکتے جونہی اس نے گاڑی چلانا شروع کی اس نے میٹر بند کردیا۔اور کہا کہ یہ میری غلطی ہے تمہاری نہیں۔اس نے صرف اتنے ہی پیسے لئے جو میری مقررہ جگہ تک بنتے تھے۔ یہ ہے وہ اللہ کا خوف اور ذکر اللہ جس سے اللہ دلوں کو اطمینان دیتا ہے۔اور یہ وہ غیب پر ایمان ہے کہ اسے یہ یقین تھا کہ یہ شخص میرا رازق نہیں ہے کہ آج ہتھے چڑھ گیا ہے اس کو نہ جرمن آتی ہے صرف انگلش بولتا ہے۔آج میں اس سے اپنا سارا رزق لے لوں گا۔ اللہ تعالیٰ یہ جو کہتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے اطمینان ہوتا ہے وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کوئی اور وجہ نہیں ہے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔جس کو انہوں نے اپنایا ہے ہم نے صرف نام مسلمان رکھا انہوں نے اس پر عمل کرلیا۔

دوسری میں آپ کو ایک اور چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ میں ایک جرمن ترک باشندے کی دوکان میں کچھ کھانے کی اشیاء لینے گیا۔ وہاں پر مختلف قیمتیں لکھی ہوئی تھیں اور ایک جگہ پر موجود قیمت کم تھی۔ جب میں اس کی طرف جانے لگا تو کاؤنٹر پر موجود خاتون نے کہا نہیں یہ کل کی ہیں۔ یہ اشیاء آج کی نہیں ہیں۔اس لئے ان کی قیمت کم ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر وہ یہ سارا سامان آج کے دن والے میں رکھ دیتی تو ہم میں سے کوئی پہچان نہیں کرسکتا تھا۔ وہی بات ہے کہ ان لوگوں کا غیب پر ایمان ہے کہ خدا رازق ہے اور وہی رزق دے گا۔ دھوکے سے رزق نہیں کمایا جاسکتا۔

انہوں نے صرف نام اسلام نہیں رکھا باقی ان کا عمل وہی ہے جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔تو اللہ یہ کہتا ہے جو میرے قوانین پر عمل کرتے ہیں۔ Laws of Nature کی پیروی کرتے ہیں وہ لوگ کامیاب ہیں۔ اس لئے وہ قوم اور سوسائٹی کامیاب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"ان کے لئے انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانہ ہے"اس لئے وہ قومیں خوشحال ہیں۔ہم اس لئے بدحال ہیں کہ ہم صرف منہ سے کہتے ہیں کہ اللہ غیب جانتا ہے۔ ہمارا اس پر ایمان نہیں ہوتا۔ پھر میں آپ کو تیسری مثال دیتا ہوں وہاں under ground ٹرین پر چلے جائیں کوئی آپ سے پوچھنے والا نہیں آتا کہ آپ کے پاس ٹکٹ ہے یا نہیں ہے۔لیکن وہاں اس اسٹیشن پر میں نے کھڑے ہوکر دیکھا کہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ ہے یا بڑے سے بڑا بندہ وہ آکر خود ٹکٹ لے لے گا۔اگر ان قوانین پر عمل کرکے وہ قوم کامیاب ہوسکتی ہے تو ہم کیوں نہیں؟

پھر ہمارے یہاں یہ بحث ہوتی ہے کہ عورتوں کو پردہ کراؤ۔ وہ برقع بھی ہمیں پردے کا وہ سسٹم نہیں دے سکا جو آپ کو وہاں نظر آئے گا۔آپ چلتے جائیں کوئی شخص آپ کو ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد اپنی نگاہیں اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ یہی وہ اصول ہے جو اس سوسائٹی سے اپنایا ہے۔

سوسائٹی کی ٹریننگ ایسی ہے کہ کوئی بندہ کسی کی طرف نہیں دیکھتا۔کوئی شخص دوسرے کی طرف نہیں دیکھتا۔

خدا تعالیٰ کے قوانین کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ان قوموں کی کامیابی کا راز ان قوانین پر عمل میں مضمر ہے۔صرف کہہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

آپ سوسال اور کہتے رہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کوئی آپ کی خوشحالی نہیں آئے گی ۔ وہ صرف اور صرف اس عمل کے ساتھ وابستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے چاہا ہے۔

قوانین فطرت پر عمل کرنے سے آپ کے اندر خوشحالی اور اطمینان آئے گا۔

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ ہمارے یہاں پر یہ جو کرکٹ کے ورلڈ کپ کے سیمی فائنل سے پہلے ہوا وہ بہت عجیب ہے۔ کسی نے نہیں سوچا نہ میڈیا نہ باقی سب لوگوں نے کہ یہ کرکٹ محض ایک کھیل ہے۔ ساری دنیا میں کھیلیں ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کو ان میں دلچسپی ہی نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے کرکٹ میں دلچسپی نہ ہو لیکن اس معاملے کو اتنا زیادہ بڑھا چڑھا دیا گیا کہ میرے لئے بھی وہ اتنی دلچسپ چیز بن گئی کہ میں بھی سارا دن T.V کے آگے بیٹھا رہا۔ لیکن جب اس حد تک معاملہ چلا گیا اور پھر آخر کار ناکامی اٹھانی پڑی اگر ایک ہندو آپ سے یہ سوال کرے کہ کہاں ہے تمہارا خدا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ وہی سوال جو ایک چھوٹے بچے نے اپنے باپ سے کیا کہ اللہ کوئی دعا نہیں سنتا۔ تو آپ اس کو کیا جواب دیں گے یہ صرف اس لئے ہے جب آپ قوانین فطرت کی خلاف ورزی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا آئے گی۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ درمیانی راہ چلیں۔ لیکن ہم نے اس معاملے میں درمیان کو چھوڑ دیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”بہترین کام وہ ہے جو آپ میانہ روی کے ساتھ مسلسل اختیار کریں“

ہم نے ہر چیز اٹھا کر کرکٹ کے ساتھ ملا دی ہے۔ اپنا مذہب بھی اپنا سب کچھ۔ یہاں پر جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ”جو ایمان لائے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں“

اللہ کا ذکر قرآن ہے جس کے اندر ہدایات ہیں۔ جس کے اندر قوانین اور مومنین کے لئے ہدایات ہیں ان قوانین کو ان Rules and Regulations پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب کا وعدہ کیا ہے۔ مسجدوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا اللہ کی ذات کو کچھ مقصود نہیں۔ خدا کو محض اس کا نام بار بار دہرانے سے حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ عمل سے اس کی رحمت طلب کی جاسکتی ہے۔

وہاں ایک مذاکرہ ہوا کہ مشرق کا معاشرہ بہتر ہے یا مغرب کا؟ خاص طور پر پاکستانی معاشرے کا ذکر تھا۔ وہاں موجود طلباء کو کہا گیا کہ آپ لکھیں کہ آپ کو مغرب کی سوسائٹی میں کیا خرابی یا کمی نظر آئی ہے، وہ صرف دو خرابیاں لکھ سکے۔ ایک یہ کہ وہ لوگ شراب پیتے ہیں۔ دوسرا عریانی اور جب انہوں نے اپنے پاکستان کی خرابیاں لکھیں۔ تو صفحوں کے صفحوں لکھ دیئے۔ کہ وہاں چوری بھی ہے کرپشن بھی ہے، بے ایمانی بھی ہے، ڈاکہ بھی ہے، ہر چیز ہے۔ کوئی چیز وہاں محفوظ نہیں ہے۔ اسلامک سوسائٹی آپ کس کو کہیں گے۔ کس نام کے ساتھ آپ اسلامک ریپبلک لگانا پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: ”جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں“ ہمارے ہاں اچھے عمل کو صرف نماز کی ظاہری صورت کے ساتھ Attach کر دیا گیا ہے۔ روزے کے ساتھ Attach کر دیا ہے۔ جبکہ یہ تو انفرادی افعال ہیں۔ ان پر عمل کر کے آپ نے معاشرے کو سنوارنا ہے۔ ہم نے وہ اچھے عمل ہم نہیں دیکھے جن پر چل کر کے دوسری قومیں کامیاب ہوئیں۔ ہم ہمیشہ ان کی بری چیز کو تو اپناتے ہیں مگر ان کی خوبیوں اور ان کے اچھے اعمال پر ہماری نظر نہیں پڑتی۔ قرآن مجید نے تمام قوانین جو بیان کیے ہیں وہ صرف اور صرف قوانین فطرت ہیں۔ ان میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ کوئی ایسی ماورا طاقت قانون نہیں ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہو۔ بلکہ انسان کی عین فطرت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وہ قوانین رکھے ہیں جن پر وہ عمل کر سکتا ہے۔ تمام علماء کے منہ سے آپ یہ سنتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”صفائی نصف ایمان ہے“ لیکن وہ نصف ایمان ہم صرف وضو کی حد تک سمجھتے ہیں۔ بس وضو کر لیا تو ہمیں آدھا ایمان حاصل ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً یہ نہیں کہا۔ آپ اگر اس حدیث کی گہرائی میں جائیں تو جو صفائی کا ذکر ہے وہ بھی West نے اپنایا۔ یہ نہیں کہ اپنے گھر کا کوڑا اٹھا کر باہر محلے میں پھینک دیں۔ اور اس کو گندا کر دیں اس طرح تو آپ آدھا ایمان حاصل نہیں بلکہ ضائع کر رہے ہیں۔

یہ کہا کہ اپنے آپ سے صفائی شروع کریں۔ گھر کی صفائی شروع کریں۔ اپنا محلّہ جہاں آپ رہتے ہیں اس کی صفائی کریں۔ وہ دنیا جس میں رہتے ہیں اس کو صاف رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے میں نے اس دنیا کو پاک وصاف پیدا کیا ہے۔ اگر آپ اس کو تباہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو کریں میں نے تو تمہارے لئے

ایک خوبصورت، پاکیزہ اور صاف زمین رہنے کے لئے بنائی ہے۔ اگر آپ نے اس کو صاف نہیں رکھا پھر آپ کا کوئی آدھا ایمان نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں دل کی صفائی بھی موجود ہے اس میں اپنے جسم کی بھی صفائی ہے اس میں آپ کے اردگرد کے ماحول کی اس سب جگہ کی صفائی ہے تب آپ کو آدھا ایمان حاصل ہوتا ہے۔

ایمان کو ہم نے اتنی چھوٹی سی چیز سمجھ لیا ہے۔ بس ہاتھ منہ دھو تو آدھا ایمان حاصل ہو گیا۔ قوانین ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں۔ وہ قوانین جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی وجہ لوگوں نے قطعاً یہ نہیں بیان کی کہ آپ ''غار حرا'' میں نماز پڑھتے تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا کامیاب ترین انسان قرار دیا گیا تو وہ آپ کی عملی صورت تھی جس نے سوسائٹی کے اندر تبدیلی پیدا کی۔ وہ لوگوں کو عمل کی طرف لے کر آئے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جہاں امنوا کہا وہاں **عملو الصالحات** بھی کہا۔ ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے۔ اگر آپ صرف ایمان کی حد تک رہیں گے تو تب بھی نقصان ہے اور عمل کی حد میں آپ کا ایمان نہیں ہے تو تب بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ اللہ نے توازن قائم کیا بنایا ہے۔ **الذین امنوا و عملو الصالحات** حضرت مولانا محمد علی صاحب نے جو اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ہے کہ انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

وہ انجام کار خوشحالی آپ دیکھ لیں جن قوموں نے حاصل کی وہ عمل کے ذریعے حاصل کی۔ پھر قرآن کریم میں آتا ہے:

''اسی طرح ہم نے تجھے ایک امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے امتیں گذر چکی ہیں'' جو پہلی امتیں گذر چکی ہیں ان سے بھی ہم نے سیکھنا ہے۔ آپ تاریخ سے بھی سیکھیں گے۔ اس امت نے بھی تاریخ سے یہ سیکھنا ہے کہ ان قوموں نے کیا غلطی کی جس سے ان کو نقصان اٹھانا پڑا۔ ان سے کون سا قصور سرزد ہوا جس سے ان کو نقصان اٹھانا پڑا اور ان کی کون سے ایسی Strenght تھی جس کی وجہ سے وہ قومیں کامیاب ہوئیں۔ قرآن کریم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکمت اور دانائی عطا کی ہے۔ قرآن مجید کے ذریعے سے ہی اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں سے وعدہ کیا۔ مومنین سے وعدہ کیا ''یقیناً مومن کامیاب ہوں گے''، لیکن کون سے مومن آگے اس کی شرائط بیان کی ہیں۔ جس میں سب سے اہم یہی ہے جو اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ ایک اور مقام پر قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ نے دوسری چیز بیان کی: ''اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو'' لیکن وہ قومیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پروا نہیں کرتیں۔ ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا پڑتا ہے۔ ناامید ہونا پڑتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو فرمان ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو یہ ان قوموں کے لئے پیغام ہے جو کہ اللہ کے پیغامات کی پیروی کرتے ہیں اگر عمل نہیں تو پھر کامیابی کی امید بھی نہ رکھیں، اللہ صرف اس قوم کی حالت کو بدلتا ہے جو اپنی حالت خود بدلتی ہے۔ مایوسی اور ناکامی کو گناہ قرار دیا لیکن اس سے نکلنے کا جو راستہ بیان کیا وہ ایک ہی ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے اسی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے وہ ان اعمال کے ساتھ ان قوانین پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ جن پر چل کر قومیں کامیاب ہوئیں ہے۔ ہو رہی ہیں اور ہو سکتی ہیں۔

ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے اور انہی اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ دلوں کو اطمینان دے گا۔ باعمل اور پاکیزہ معاشرہ اطمینان کی حالت میں آجائے گا۔ اور ایسی سوسائٹی جو خدا کے احکامات کی پیروی کرے گی پوری کی پوری امن میں آجائے گی۔ اور جو ایسا نہیں کرے گی پھر اس کے حالات وہی ہوں گے۔ جیسے ہمارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی دوستی بھی کسی کے ساتھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اس وقت تک نہیں حالت بدلتا جب تک وہ خود نہ بدلے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غیر احمدی مفکرین کی آراء

از: وقاص احمد

''میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہا ہوں، تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے'' (سورة یونس آیت نمبر 16)

کسی معمور کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے یہ قرآن کریم کی دی ہوئی کسوٹی ہے۔ امت مسلمہ میں جب بھی کوئی شخص مامور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہمیشہ ایک گروہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے جو اس کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے جبکہ ایک بڑا گروہ اس کی مخالفت اور کردارکشی کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ ایسے میں ایک عام شخص کے لئے یہ جاننا کہ کونسا گروہ حق بجانب ہے، بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ عین یہی معاملہ مامور وقت حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ پیش آیا ہے۔ مخالف مولویوں نے آپ کی اتنی کردارکشی کی ہے کہ آج عام عوام میں آپ کے لئے سخت نفرت پائی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ تاریخی سچائیاں اس کے برعکس گواہی دیتی ہیں۔

اس مضمون میں ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہمعصر غیر جانبدار مسلمان صاحب حال بزرگوں، علماء، سیاسی و سماجی شخصیات، مفکرین اور دانشوروں کے تاثرات کو جمع کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو دیکھا اور اس کا اظہار وقتاً فوقتاً کیا۔

خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے

سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا، اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے، میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر، اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسلام علی من سلک سبیل الصواب (از مقام چاچڑاں (مُہر)

نوٹ: یہ اقتباس حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے ایک خط سے لیا گیا ہے، جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو خود تحریر کیا۔

ملفوظات خواجہ غلام فرید صاحب

''اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی ہوں یہ ضروری نہیں کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہے۔ آنحضرت صلعم کے واقعات پر نگاہ ڈالو کہ آپ کے اوصاف اور علامتیں کتب سماویہ میں لکھی ہوئی تھی اور جب آنحضرت صلعم ظاہر اور مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال اور سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا پس وہ لوگ جن پر آنحضرت صلعم کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے اور جن پر حال نہ کھلا انہوں نے انکار کیا یہی حال مہدی کا ہے پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسا امر مانع ہے۔'' (صفحہ نمبر ۵۲)

''مجلس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اور اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ منکرین کیا کیا ردوقدح کرتے ہیں اور کس طرح برا کہتے ہیں ایک دانشمند حاضر تھا اس نے مرزا صاحب کی صفت اور ثناء شروع کی۔ حضور خواجہ صاحب نہایت خوش اور مسرور ہوئے۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا سارا وقت

خدائے عزوجل کی عبادت میں گذرتا ہے، یا نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی شغل رکھتے ہیں اور اسلام اور دین کی حمایت میں ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ دین محمدیؐ کی دعوت ملکہ لندن کو بھی کی ہے، اور بادشاہان روس وفرانس وغیرہ کو بھی دعوت اسلام دی ہے اور تمام سعی وکوشش ان کی اسی میں ہے کہ یہ لوگ یعنی عیسائی عقیدہ تثلیث اور صلیب کو جو سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کریں اور علمائے وقت کو دیکھو کہ جھوٹے مذہبوں والوں کو چھوڑ کر صرف ایک اسی نیک مرد کے درپے ہوگئے ہیں جو اہلسنت و جماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے عربی کلام کو دیکھو جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور ان کا ہر ایک کلام معارف اور حقائق اور ہدایت سے پُر ہے اور وہ عقائد اہلسنت و جماعت اور دین کے ضروری امور سے ہرگز منکر نہیں ہیں''۔

''مرزا صاحب نے اپنے مہدی ہونے کی تائید میں بہت سی علامتیں بیان کی ہیں لیکن ان سب میں سے دو علامتیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھی اور بیان کی ہیں ان کے مہدی ہونے کے دعوے پر اعلیٰ درجہ کی گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوگا جس کا نام کدعہ ہے اور کدعہ دراصل قادیان کا معرب ہے یعنی اس کی عربی صورت ہے۔ دوسری علامت وہ کہتے ہیں کہ دار قطنی میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو جب سے اللہ نے زمین وآسمان پیدا کئے ہیں کسی مدعی کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں یعنی قمر کو ماہ رمضان میں گرہن کی پہلی رات کو گرہن لگے گا اور سورج کو رمضان میں (گرہن کے دنوں میں سے) درمیان کے دن گرہن لگے گا۔

چنانچہ جب ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو خسوف قمر اور کسوف شمس واضح ہوا تو مرزا صاحب نے اتمام حجت کے لئے چاروں طرف دنیا میں یہ اشتہار شائع کیا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت رسول اللہ صلعم نے مہدی موعود کے ظاہر ہونے کے لئے فرمائی تھی اب پوری ہوگئی ہے اور سب پر واجب ہے کہ میرے مہدی ہونے کا اقرار کریں۔ اس پر اس زمانہ کے مولویوں نے بچوں کی طرح یہ سوال کیا کہ حدیث شریف کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگے اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن لگے گا اور چاند گرہن ۱۳ رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸ رمضان کو واقع ہوا ہے اور یہ خلاف منشائے حدیث ہے۔ وہ خسوف اور کسوف اور ہوگا جو سچے مہدی کے وقت ظاہر ہوگا''

''سبحان اللہ مرزا صاحب نے حدیث مذکور کے کیا عمدہ معنی بیان کئے ہیں اور منکر مولویوں کو کیسا اچھا جواب دیا ہے، سنو! مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ''حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے مہدی ہونے کی تصدیق وتائید کے لئے دو نشان مقرر ہیں۔ اور جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے اور وہ دو نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے دعوے کے وقت میں چاند گرہن اس پہلی رات میں ہوگا جو چاند گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرھویں رات رمضان کی اور سورج گرہن اس دن واضح ہوگا جو سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیسویں تاریخ رمضان کی بعد اس کے حضور نے فرمایا کہ بیشک حدیث شریف کے یہی معنی ہیں جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں کیونکہ چاند گرہن ہمیشہ تیرھویں یا چودھویں یا پندرھویں تاریخ کو واقع ہوتا ہے اور سورج گرہن ہمیشہ ستائیسویں یا اٹھائیسویں یا انتیسویں تاریخ کو ہوتا ہے پس جو چاند گرہن ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو واقع ہوا ہے وہ رمضان کی تیرھویں رات کو یعنی چاند گرہن کی پہلی رات کو واقع ہوا ہے اور ایسا ہی سورج گرہن درمیان کے دن میں واقع ہوا ہے''۔

اسی اثناء میں حافظ گموں نے جو حدود گڑھی اختیار خاں کا رہنے والا ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت گندے اور بُرے الفاظ میں ذکر شروع کیا جس سے حضور خواجہ صاحب کا روشن چہرہ متغیر ہوگیا۔ اور اس حافظ پر آپ نے آواز بلند کی اور اسے جھڑکا۔ اس نے عرض کیا کہ قبلہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی صفتیں اور حالات اور مہدی موعود کے وصف مرزا صاحب میں نہ پائے جائیں تو ہم کیونکر مان لیں کہ وہ عیسیٰ اور مہدی ہے'' حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ: ''مہدی کے وصف پوشیدہ اور پنہاں ہیں اور ایسے نہیں جو لوگوں نے اپنے دلوں میں سمجھ رکھے ہیں۔ اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ یہی مرزا غلام احمد

صاحب قادیانی مہدی ہوں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بارہ دجال ہیں پس اسی قدر مہدی بھی ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی ہیں'' بعد اس کے فرمایا کہ: ''یہ ضروری نہیں ہے کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہیں۔ حافظ! بات تو اس کے خلاف ہے۔ اگر وہی بات ہوتی جو لوگ خیال کرتے ہیں تو ساری خلقت اس کو مہدی جان کر ایمان لے آتی۔ حالانکہ پیغمبروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نبی کی قوم کے چند گروہ ہوتے تھے بعض لوگوں پر اس پیغمبر کا حال ظاہر ہو جاتا پس وہ ایمان لے آتے اور بعض لوگوں پر اس پیغمبر کا حال مشتبہ رہتا۔ اور بعض پر اس کا حال بالکل ظاہر ہی نہ ہوتا۔ پس اس گروہ نے انکار کیا کافر کہلائے۔ اگر ہر پیغمبر کی کل کی کل قوم پر اس پیغمبر کا حال کھل جاتا تو سارے ہی مسلمان ہو جاتے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے واقعات پر نظر ڈالو کہ آپ کے اوصاف اور علامتیں کتب سماوی میں لکھی موجود تھیں اور جب آنحضرت صلعم ظاہر اور مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال کے اور سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا۔ پس وہ لوگ جن پر آنحضرت صلعم کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے اور جن پر حال نہ کھلا انہوں نے انکار کیا۔ یہی حال مہدی کا ہے پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسا امر مانع ہے''۔

مرزا صاحب کا ذکر مجلس میں ہو رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث توڑنے کے درپے ہیں اور اس زمانے کے علماء ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور ان پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور ان سے جنگ کر رہے ہیں تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ''حق غالب است وطرفِ حق غالب است'' یعنی علماء جتنا چاہیں جنگ کر لیں حق ہی غالب ہوگا کیوں کہ حق کا پہلو ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ ایسا ہی جہاں خواجہ صاحب کے پہلے خط کا جو عربی میں آپ نے لکھا تھا ذکر ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''مرزا صاحب نیک اور صالح انسان ہیں اور انہوں نے اپنے الہامات کی ایک کتاب میرے پاس بھیجی ہے جس سے ان کی فضیلت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے اس فقرہ میں خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہامات کا منجانب اللہ ہونا صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب آپ کی اس تصدیق پر بعض علمائے ظاہری نے مرزا صاحب کو بُرا کہنا شروع کیا اور آپ کے حق پر ہونے کا انکار کیا تو آپ نے فرمایا ''نہیں نہیں وہ (مرزا صاحب) مردِ صادق ہیں مفتری اور کاذب نہیں'' (ترجمہ اشاراتِ فریدی فارسی مرتبہ ابن خواجہ غلام فرید صاحب صفحہ نمبر ۶۹ تا ۷۲)

''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی حق پر ہیں اور اپنے معاملہ میں سچے اور صادق ہیں، اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غرق رہتے ہیں اور اسلام کی ترقی اور امر دین کو بلند کرنے میں جان سے کوشش کرتے ہیں کوئی بات میں ان میں بُری اور قبیح نہیں دیکھتا۔ اگر مہدی اور عیسےٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ بھی ان باتوں میں سے ہے جو جائز ہے۔'' (ترجمہ اشارات فریدی حصہ سوئم صفحہ ۱۷۹)

حضرت فقیر میاں محمود صاحب

آپ بلوچستان کے ایک صاحب کرامت بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ سائل کو بغیر پوچھے جواب دیتے تھے۔ آپ کا یہ تحریری بیان ہے:

''عرصہ چار سال کا ہوا ہوگا جب لوگوں کی زبان پر یہ قصہ مشہور ہوا کہ شہر پنجاب میں مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ پیدا ہوا ہے۔ اس فقیر کے دل میں یہ خیال اٹھا، الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے عجب انسان پیدا کیا ہے ایک دن جو اسی خیال میں سو گیا، ناگاہ میرے مرشد میاں نور احمد صاحب خواب میں آئے اور فرمایا بلاشک وشبہ یہ آدمی بے حد بابرکت ہے اور اس سے دین میں زیادتی ہوگی پس اس بات کا اقرار کرنا انکار نہ کرنا اس کے بعد میں نے خواب میں حضرت عیسیٰ غلام احمد مرزا صاحب کو بھی دیکھا۔''

مولانا ابوالکلام آزاد

وہ شخص۔ بہت بڑا شخص ہے جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان

خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا، خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا یہ تلخ موت، یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کردی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے۔ صدائے ماتم مدّتوں اس کی یاد تازہ رکھے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کرلیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا۔ کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی۔، خاتمہ ہوگیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

مرزا صاحب اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعت مہر سے لے کر بہار وخزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہد رعنا کے پیماں وفا پر قربان کردیئے۔، سید احمد، غلام احمد، رحمت اللہ، آل حسن، وزیر خان۔ ابوالمنصور یہ السابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے۔ جنہوں نے باب مدافعت کا افتتاح کیا اور آخر وقت تک مصروف سعی رہے۔ اختلافِ طبائع اور اختلاف مدارج قابلیت کے ساتھ ان کے انداز خدمت میں جداگانہ تھے اور اسی لئے اثر اور کامیابی کے لحاظ سے ان کے درجے بھی الگ الگ ہیں، تاہم اس نتیجہ کا اعتراف بالکل ناگزیر ہے کہ مخالفین اسلام کی صفیں سب سے پہلے انہی حضرت نے برہم کیں۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے، اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کرسکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرراہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پست گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر نہ تھے۔ اور حملہ آور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلاف اصلیت محض شامت اعمال سے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطقہ مسلمان ہی قرار دیئے گئے تھے۔۔

اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا۔ اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیانِ راہ سے کم فائدہ نہ اٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کے موروثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خودروسرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہو جائے کہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ کچھ شبہ نہیں۔ ان حضرات نے ثابت کر دکھایا کہ اسلام اپنے حریفوں کا خواہ ان کے ساتھ زندہ قوموں کا پولیٹکل جذبہ بھی شریک ہو۔ ہمیشہ فتح نصیب مدّ مقابل رہا ہے اور انشاءاللہ دنیا کے آخری سانس تک رہے گا۔ انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کر دکھا دیا ہے۔ اگر ہم آج اپنے نئے

اور پرانے اختلافات سے قطع نظر کر کے محض اسلام کی خدمت غائت المقصو دقرار دے لیں تو یقیناً اس جوشیلے اور اسلام کی خداداد طاقت سے چشم پوشی کرنے والے، لاٹ پادری (بشپ) کی زندگی میں ہی جس نے ایک مسیحی مشن کی پچاس سالہ جوبلی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے دوسری جوبلی کے لئے دہلی کی مسجد عظمیٰ کے کیتھڈرل بنائے جانے کا ادعاءِ ناروا ظاہر کیا تھا۔ وہ وقت آجائے کہ اسلام کی روحانی فتوحات سینٹ پال کے گرجے کو مریم و مسیح کی پرستش کی بجائے ایک خدا کی عبادت گاہ بنادیں اور ناقوسِ کلسیا کے بدلہ اشھد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله کا زمزمۂ قدسی فضا میں گونجنے لگے۔ ہر چند پادریوں نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ہمالہ بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ مگر کاغذ کے تودوں کے لئے چند شرارے کافی ہیں۔ برعکس اس کے مسلمانوں کا لٹریچر اگر سرکشی اور تمرد کے حق میں توپ اور گولہ ہے تو طلب حق کے اضطراب سے تڑپنے والوں کے لئے صندل اور کافور ہے۔ کاش اس کی تاثیر کی آزمائش کی جائے اور اسے عیسائی آبادی کی زبانوں میں منتقل کر کے کثرت سے شائع کیا جائے کیونکہ ترقی علم و حکمت کے ساتھ مذہب وہاں وبال دوش ہوا جاتا ہے۔ اور دنیا طلبی کے انہماک نے وہاں روح کی تشنگی غیر محسوس بنا رکھی ہے۔ اس لئے کہ عیسائیت اس فطرتی جذبہ کو جو دنیوی حشمت کے بوجھ میں دب گیا ہے۔ ابھارنے سے بالکل قاصر ہے۔ یہ فخر اسلام کا ہی حصہ ہے کہ اس حالت میں بھی وہاں جب کبھی اس کی تجلی عکس فگن ہوتی ہے۔ وجدان بے تاب ہونے لگتے ہیں۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کے مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی فلسفی کی نوحہ خوانی جابجا آغاز کی تھی۔ ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ کر رکھا، جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے، اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریکوں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کر سکیں۔

فطری ذہانت، مشق و مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شانِ خاص پیدا کر دی تھی، اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا ہے۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔

مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔ اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا۔ ذوقِ مطالعہ اور کثرت مشق کا (لیکن درحقیقت منجانب اللہ علم لدنی کا) **آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔** جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے (اخبار وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء)

علامہ سر محمد اقبال

''ایک مرتبہ مجھے ایک بڑے شخص یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے صرف مرزا غلام احمد صاحب ہیں''۔ (بیان حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ)

مولانا سید نذیر نیازی صاحب سے میری گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے علامہ اقبال سے بھی میرے حوالہ کا ذکر کیا تھا۔ جس

پر علامہ موصوف نے فرمایا کہ بیشک انہوں نے مرزا صاحب سے اسی طرح سنا کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔ اور وہ ہزاروں کے مجمع میں یہ شہادت دینے کو تیار ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ نے فرمایا کہ انہوں نے جو بیان اخبارات میں شائع فرمایا وہ موجودہ قادیانی کشمکش کے سلسلہ میں تھا۔ جو قادیانی جماعت اور عامتہ المسلمین میں جاری ہے۔ جماعت لاہور کی طرف اس کا روئے سخن ہی نہیں تھا اور نہ ہی مرزا صاحب کے اعتقادات پر تبصرہ منظور تھا۔ اس سے قبل ہمارے معزز دوست راجہ حسن اختر صاحب نے بھی مجھ سے یہی فرمایا تھا کہ علامہ اقبال سے انہوں نے گفتگو فرمائی اور علامہ فرمانے لگے کہ ان کے بیان کا جماعت لاہور سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مرزا صاحب کی شخصیت سے اور ان کے سامنے وہ احمدیت تھی جس کا نقشہ آج کل قادیانیت کی شکل میں دنیا میں پیش ہو رہا ہے''۔

(پیغام صلح ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء)

علامہ نیاز فتحپوری

''اس وقت تک بانی احمدیت کا مطالعہ جو کچھ میں نے کیا ہے، اور میں کیا، جو کوئی خلوص وصداقت کے ساتھ ان کے حالات و کردار کا مطالعہ کرے گا اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ صحیح معنی میں عاشق رسول تھے اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے اندر رکھتے تھے'' (نگار، لکھنو، جولائی ۱۹۶۰ء)

'' میں بلا تکلیف کہہ دوں کہ وہ (بانی احمدیت) بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست وبصیرت انسان تھا'' (رسالہ ''نگار'' ماہ نومبر ۱۹۵۵ء)

مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی مدافعت کی اور اس وقت کی جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین بھی دشمنوں کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

(نگار، ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

مرزا حیرت دہلوی (ایڈیٹر اخبار کرزن گزٹ)

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ **نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔** جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے ردّ میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایان اسلام یا اصول، اسلام کو گالیاں دیں، کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا نہ دے سکتے ہیں **اگرچہ مرحوم پنجابی تھے۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔** ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نور الدین مرحوم خلیفہ اوّل سے جو لوگ واقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں میں مولوی نور الدین نے بہت مدد دی ہے مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نور الدین مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم وادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کوئی با قاعدہ تعلیم عربی، علم ادب اور صرف نحو کی کہیں حاصل نہیں کی، تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی کہ بے تکلف عربی لکھتا تھا۔۔۔۔۔ اس کے مریدوں میں عامی اور جاہل لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ قابل اور لائق گریجویٹ یعنی بی اے، ایم اے اور بڑے بڑے فاضل مولوی بھی ہیں۔ موجودہ زمانے کے ایک مذہبی پیشوا کے لئے یہ کچھ کم فخر کا باعث نہیں کہ قدیم وجدید (دونوں قسم کے) تعلیم یافتہ اس کے مرید بن جائیں۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔۔۔ اس کے ہر دعوے پر اس کے مریدوں کی طرف سے آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور ان آوازوں سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مرحوم کو اس کی زندگی میں کتنی کامیابی نصیب ہوگئی تھی۔ (اخبار کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء)

مولوی سراج الدین صاحب
والد ماجد مولوی ظفر علی خان صاحب

’’مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۳ سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبارِ ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی، ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہو، مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔

مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے جیسے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اصحاب ان کے مریدانِ باصفا کے حلقے میں ہیں۔

مولوی بشیر الدین صاحب
(مدیر ’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی)

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقاریر اور شاندار تصنیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمتِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامئی اسلام اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے‘‘ (اخبار صادق الاخبار۔ مئی ۱۹۰۸ء)

شمس العلماء مولانا ممتاز علی صاحب

’’مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگذیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی، وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت، مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں منصباً تو مسیح موعود نہیں مانتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ہدایت و راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی کا کام کرتی تھی‘‘ (اخبار تہذیب النسوان)

خواجہ حسن نظامی صاحب

مرزا صاحب کی میرے دل میں عزت ہے اگرچہ کہ میں ان کے کسی دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا لیکن انہوں نے مسلمانوں میں ایک دینی احساس رکھنے والی اور مخالفین اسلام کے سامنے سینہ پر ہو کر کامیابی کے ساتھ کھڑی ہونے والی جماعت تیار کر دی‘‘ (پیغام صلح ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء)

شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب

’’افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ میں ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسانوں کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں‘‘۔

(الحکم ۷ اپریل ۱۹۳۴ء)

’’جن دنوں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے مولانا صاحب موصوف کو بھی حضرت مرزا صاحب سے اکثر ملاقات کا موقع ملتا تھا۔ مولوی صاحب نے اسی زمانہ میں آپ کو بڑے قریب سے مطالعہ کیا اور دیکھا وہ سرسید کی تحریک کے دلدادہ تھے مگر ان کے دل پر ان مرزا صاحب کی بزرگی، تقدس اور تقویٰ کا غیر معمولی اثر تھا اور وہ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے‘‘ (ذکر اقبال صفحہ ۲۷۸)

مولانا عبداللہ العمادی صاحب
(مدیر اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر)

’’اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر

ہالینڈ کے دورہ کی تصویری جھلکیاں

دی ہیگ میں جلسہ عید میلاد النبیؐ کا منظر

طلباء اسلام کورس کی تیاری میں مصروف

عامر عزیز صاحب اسلام(I) کورس پاس کرنے والے طالب علم کو کتاب دیتے ہوئے

عامر عزیز صاحب اسلام کورس(I) پاس کرنے والی طالبہ کو کتاب دیتے ہوئے

درس قرآن کریم کے بعد دعا کا منظر

مسجد قلبتین میں جلسہ کا ایک منظر

برلن مسجد میں جمعہ

خطبہ جمعہ کے بعد ملاقات

ہیگ میں جلسہ کا ایک منظر ''مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل'' کے موضوع پر ایک سیمینار

سٹیکٹنگ دی ہیگ ہالینڈ میں جلسہ کا ایک منظر

سرینام کے دورہ کی تصویری جھلکیاں

سرینام (میر سورخ) میں جلسہ کا ایک منظر

سرینام (ہدایت اسلام) میں جلسہ کا ایک منظر

محترم عامر عزیز صاحب سرینام (نائیکری) میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے

عامر عزیز صاحب بچوں کو اسلام کی تعلیم دیتے ہوئے

عامر عزیز صاحب کا سرینام جماعت کی ایک شاخ سے خطاب

سرینام حاضرین مجلس کی جلسہ عید میلاد النبیؐ میں شرکت

اسلام میں ''جمالیاتی حس کا تصور'' کے موضوع پر ایک لیکچر

نائیکری میں سیرت النبیؐ پر تقریر کا ایک منظر

صدر جماعت سرینام ڈاکٹر پپٹ حضرت صاحب کی کتابوں کی آڈیو CD لیتے ہوئے

امریکن غیر مسلم افراد سے اسلام پر بحث

امریکن پادری اور گروپ سے اسلام کے موضوع پر ایک منظر

ہالینڈ کے غیر مسلم گروپ کو اسلام پر لیکچر دیتے ہوئے

جلسہ کا ایک منظر

محترم عامر عزیز صاحب ریڈیو TV پر وگرام ریکارڈ کرواتے ہوئے

ان کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتی انہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیمہ کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا اور ۱۸۷۷ء کے قریب جبکہ ان کی عمر ۳۵، ۳۶ سال کی تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں، وہ ایک سچے، پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے، اس کا دل دینوی کششوں سے غیر متاثر ہے وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا ہے اور کبھی حمایت اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور جو مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی ہیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ہے۔ ان کی کتاب ''براہین احمدیہ'' نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذاہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی تو ہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔ گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے برا ہونے کا فیصلہ دے دیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے بہت سی پیشگوئیاں تھیں اور بطور حفظ ماتقدم اپنے دعاوی کے مطابق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔ لیکن اس کے بہتر فیصلہ کا وقت ۱۸۸۰ء تھا جب کہ وہ کتاب شائع ہوئی مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔

کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین و مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز برگذیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا''۔ (اخبار وکیل، امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

''مرزا صاحب کی حوصلہ مند طبیعت اور دور بین نگاہ نے اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے انتخاب کیا انہوں نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑا اٹھایا ہے جس میں اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بدلائل عقلی ثابت کیا جائے گا اور بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید ہوگی انہوں نے اس کتاب کا نام براہین احمدیہ تجویز کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔ مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر و تبلیغ بھی بہت جوش و خروش سے کی تھی اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے خاص معترفین اور پرجوش تائید کرنے والوں میں مولانا محمد حسین بٹالوی کو خاص اہمیت حاصل ہے انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریظ لکھی جو رسالہ کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کو بڑے شاندار الفاظ میں سراہا گیا ہے اور اس کو عصر حاضر کا ایک علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار تسلیم کیا گیا ہے'' (قادیانیت صفحہ ۴۵ طبع اول)

اخبار زمیندار

''ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی تصانیف ''سرمہ چشمہ آریہ اور چشمہ مسیحی وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں لکھی ہیں'' (زمیندار ۱۲ ستمبر ۱۹۲۳ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں (پیر و مرشد نواب آف بہاولپور)

''اس میں کونسی تعجب کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ مہدی کی ساری نشانیاں اسی کے مطابق ظاہر ہوں جو

لوگوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق اپنے دلوں میں قائم کر رکھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پر نگاہ ڈالو کہ آپ کے اوصاف اور علامتیں کتب سماویہ میں لکھی ہوئی تھی اور جب آنحضرت صلعم ظاہر اور مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بعض نشانیوں کو اپنے خیال اور سمجھ اور فہم کے مطابق نہ پایا۔ پس وہ لوگ جن پر آنحضرت صلعم کا حال کھل گیا وہ ایمان لے آئے اور جن پر حال نہ کھلا انہوں نے انکار کیا۔ یہی حال مہدی کا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب مہدی ہوں تو کونسا امر مانع ہے''(صفحہ۵۲)

ماہنامہ نگار لکھنو

اگر آپ کا یہ الزام صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا صاحب کا دعویٔ مہدیت سراسر مکر و فریب تھا تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بہت بڑا مکر و فریب تھا اور جو شخص اپنے مشن کی بنیاد ہی ایسے کذب و دروغ پر قائم کرے گا۔ وہ یقیناً بڑے پست اخلاق کا مالک ہوگا۔ اور اس کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو دھوکا دے کر دنیا کمائے اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کر سکے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس سے تاویل بعید کے ذریعہ بھی یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خود غرض، مطلب پرست اور طامع انسان تھے''۔

(اپریل ۱۹۶۱ء)

مدیر ''البشیر'' اٹاوہ

''اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔ اس ترقی علوم و فنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ حیرت انگیز نہیں ہے کہ ان کے کئی لاکھ راسخ العقیدہ مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک حکم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کر کے اور بلا چون و چرا اس کو تسلیم کرتے تھے، ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلا پڑھے لکھے غریب و امیر، عالم و فاضل اور نئے تعلیم یافتہ غرض کہ ہر درجہ ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں جو درجہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا، اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں، معتقدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر چونکہ وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کے پیشوا اور امام برحق تھے لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور ان کے انتقال پر افسوس ظاہر کریں''۔

(البشیر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

رسالہ منادی دہلی

''مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے'' (منادی دہلی ۴ تا ۲۸ مارچ فروری ۱۹۳۰ء)

چوہدری افضل حق صاحب صدر جمعیۃ احرار

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی، سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلد ہی خواب گراں طاری ہوگئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا، ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے''۔

(فتنہ ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں صفحہ ۴۶)

☆☆☆☆

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
میں وہ دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ایم۔اے

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام نے اسلام کی تائید میں اردو، فارسی اور عربی میں قریباً 84 گرانقدر اور پرمعارف تصانیف فرمائیں ہیں۔ جو نثر اور نظم دونوں پر مشتمل ہیں۔ آپ اپنی ایک اردو نظم کے اس شعر میں ان امور کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی بجا آوری کے لئے خدا نے ان کو مامور کیا۔ وہ امور ایسے مدفون خزانے تھے جن کی نشان دہی سوائے مامور من اللہ کے کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر 38 پر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان مدفون خزائین کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے یعنی قرآن اس سے ان کو پاک صاف کروں''

پھر آپ ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 483 پر فرماتے ہیں: ''میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے دیکھا ہے کہ ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے۔ قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے''

ازالہ اوہام صفحہ نمبر 104 پر آپ فرماتے ہیں:

''جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے۔ دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا''

حضرت مرزا صاحب کی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ جس میں اسلام کی سچائی پر نہایت پرزور بحث ہے چار جلدوں پر شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پہلا اور دوسرا حصہ 1880ء میں تیسرا 1882ء میں اور چوتھا 1884ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریزی دورِ حکومت پورے عروج پر تھا۔ اور عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ عیسائیت میں مشغول تھے۔ جگہ جگہ بائبل سوسائٹیاں قائم تھیں اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف صدہا کتابیں شائع کی گئیں اور کروڑہا کی تعداد میں مفت پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

دوسری طرف آریہ سماج اور برہمو سماج کی تحریکوں نے جو اپنے شباب پر تھیں اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ گویا اسلام دشمنوں کے نرغے میں گھر کر رہ گیا تھا۔ ان سب تحریکوں کا مقصد اسلام کو کچل ڈالنا اور قرآن مجید اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا کی نگاہوں میں گھٹانا تھا۔ تعلیم یافتہ مسلمان یورپ کے گمراہ کن فلسفہ سے متاثر ہو کر اور عیسائی ملکوں کی ظاہری اور مادی ترقیات کو دیکھ کر الہام الٰہی کے منکر ہو رہے تھے۔ اور علماء کا گروہ آپس کی تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اس ماحول میں آپ نے براہین احمدیہ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت میں صادق ہونا ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا اور ساتھ ہی اپنے دلائل کے مقابل پر کسی دشمن اسلام کے ایسے دلائل کا تیسرا چوتھا یا پانچواں حصہ پیش کرنے والے کے لئے دس ہزار انعام مقرر کیا اور ہر مخالفِ اسلام کو مقابلہ کی دعوت دی، مگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔

اس کتاب میں آپ نے بالخصوص وحی الٰہی کی ضرورت پر زور دیا اور بتایا کہ خدا اب بھی اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور ان کی دعائیں سنتا ہے۔ اسی ذیل میں آپ نے اپنے الہامات، کشوف اور رویا کے پورے ہونے کا ذکر کیا۔

چنانچہ انہی ایام میں آپ پر ظاہر کیا گیا کہ آپ مجدّد زماں ہیں اور آپ کو دین اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ چنانچہ مذہبی مباحثات میں آپ شیر ببر کی طرح گرجے اور تمام مخالفین اسلام کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ اور بار بار چیلنج دیا کہ آؤ اور اپنی اپنی الہامی کتابوں کا قرآن سے مقابلہ کرو۔

1890ء میں آپ کو الہام ہوا کہ ''مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں آپ نے تین رسالے ''فتح اسلام''، ''توضیح مرام اور ''ازالہ اوہام'' شائع کئے۔ ازالہ اوہام میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مسئلہ وفات مسیح پر مفصل بحث کی اور نہایت قوی دلائل سے اپنا مثیل مسیح ہونا ثابت کیا۔ اس دعویٰ کے ساتھ مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ محمد حسین بٹالوی جو اہل حدیث کے بڑے سردار تھے۔ اور جنہوں نے اس سے پہلے براہین احمدیہ کی تالیف پر بہترین ریویو لکھا تھا اس نے اگست 1891ء میں ایک لمبا سفر کر کے مختلف علماء ہندوستان اور پنجاب کا فتویٰ حاصل کیا اور اس فتویٰ میں عربی اور اردو زبان میں جو الفاظ تکفیر کے لئے مل سکتے تھے وہ حضرت بانی سلسلہ پر استعمال کئے۔

بہرحال! یہ وہ حالات تھے کہ ایک طرف اسلام کے خلاف پادریوں کی طرف سے مخالفانہ مہم جاری تھی اور دوسری طرف خود علمائے اسلام ایسے عقائد رکھتے تھے جن سے پادریوں کے پیش کردہ عقائد کی تائید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت اور برتری ثابت ہوتی تھی جو کہ تبلیغ عیسائیت کی بنیاد تھی۔

الغرض یہ مسلمان بھی درحقیقت دشمنان اسلام کی تقویت کا باعث بن رہے تھے۔ اور اسلام کا روشن چہرہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے دلکش چہرہ کو ظاہر کرنے اور حسن وکمالات کو منظر عام پر لانے کے لئے ایک کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' 1893ء میں تصنیف فرمائی تا کہ دنیا کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں۔ اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو واقفیت حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے ان مسلمان لیڈروں کو جو فلسفہ یورپ سے مرعوب تھے دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ''اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہیے۔ کہ اب کیا کریں۔ بلکہ اب تو زمانہ روحانی تلوار کا ہے۔ یہ پیش گوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملے سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفانہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں۔ اس کے اقبال کے دن قریب ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو ایسا ضعیف کر دے کہ کالعدم کر دے'' (حاشیہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ نمبر 254 تا 255)

آپ نے فرمایا کہ ''اس کتاب کی تحریر کے وقف دو دفعہ جناب رسول پاک کی زیارت مجھ کو نصیب ہوئی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ''یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ نمبر 652)

اس کتاب کا دوسرا حصہ عربی میں ہے اور حضرت صاحب کی عربی میں یہ پہلی تصنیف ہے تا کہ فقراء اور پیرزادوں کی طرف سے دعوت اسلام کی حجت ہو جو بدعات میں دن رات غرق اور اس سلسلہ سے بے خبر تھے۔ یہ عربی تصنیف بجائے خود آپ کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔ اس کے بعد آپ کے یکے بعد دیگرے فصیح و بلیغ عربی میں بیس سے زیادہ رسالے اور کتابیں لکھیں اور مخالفین علماء کو ہزار ہا روپیہ انعامات مقرر کر کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ لیکن کسی کو بالمقابل کتاب یا رسالہ لکھنے کی جرات نہ ہوئی اس پر آپ نے بارہا فرمایا کہ یہ میرے رب کی طرف سے میری صداقت کا ایک کھلا نشان ہے پھر کتاب نور الحق حصہ اول فروری 1894ء میں شائع ہوئی۔ نہایت فصیح و بلیغ مقفی اور مسجع عربی زبان میں ہے۔ نظم اور نثر دونوں پر مشتمل ہے۔ اس تالیف کا باعث مباحثہ لدھیانہ بنا جو امرتسر میں اہل اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ اور عیسائیوں کی طرف سے پادری عمادالدین اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ پادری عمادالدین نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر رکیک حملے کرتے ہوئے ایک کتاب توزین

الاقوال لکھی جس میں اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف گورنمنٹ کو اکسایا اور لکھا کہ یہ شخص ایک مفسد آمی ہے اور گورنمنٹ کا دشمن ہے اور مجھے اس کے طور طریقوں سے بغاوت کی بو آتی ہے اور ساتھ ہی جہاد کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ قرآن مخالفین اسلام سے ہر حال میں جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے اس لئے جب اسے طاقت ہوگی تو ضرور بغاوت کرے گا۔ جب یہ کتاب حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی تو آپ نے اس کے جواب میں رسالہ نور الحق حصہ اول عربی میں لکھا۔ عربی میں یہ رسالہ اس لئے لکھا کیونکہ پادری عماد الدین اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیت کی طرف گیا تھا۔ اور وہاں اس کی خوب پذیرائی ہوئی تھی اس لئے حضرت مرزا صاحب نے ضروری سمجھا کہ عربی زبان استعمال کی جائے۔ آپ نے مقابلہ کی صورت میں پانچ ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ مگر پادری صاحبان اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد آپ نے رسالہ نور الحق حصہ دوم تحریر کیا جس میں نہایت عاجزانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ سے ایک لمبی دعا کی کہ ''اے خدا کیا میں تیری طرف سے نہیں آیا؟ اے خدا تو آسمان سے میری نصرت فرما میں کمزوروں اور ذلیلوں کی طرح ہو گیا ہوں۔ اور قوم نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ پس تو میری ایسی نصرت فرما جیسی تو نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر کے دن فرمائی تھی۔ (یہ ساری دعا عربی میں ہے) اس دعا پر بمشکل ایک ماہ ہی گذرا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند گرہن جس کی احادیث نبویہ میں خبر دی گئی تھی کہ سچے مہدی کے ظہور کی علامت ہوگی رمضان کے مہینہ میں گرہن ہو کر پوری ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا بڑا مشن اسلام کو دیگر مذاہب پر افضل ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ عیسائیت اور ہندوازم کے علاوہ آپ نے سکھ مذہب کے بانی حضرت بابا گرو نانک پر باقاعدہ ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ست بچن'' ہے۔ اس کتاب کی غرض بابا گرو نانک صاحب کا عقیدہ اور مذہب دنیا پر ظاہر کرنا مقصود تھا۔ آپ نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ بابا گرو نانک صاحب اپنے قول و فعل کے لحاظ سے سچے مسلمان تھے۔ انہوں نے ویدوں سے دستبرداری کا اظہار کیا اور اسلامی عقائد کو اختیار کیا۔ اپنے اشعار میں یہ اقرار کیا کہ کلمہ طیبہ ہی مدارِ نجات ہے۔ انہوں نے اسلام کے مشائخ سے بیعت کی۔ اولیاء کے مزاروں پر چلّہ نشینی کی۔ دو حج کئے اور اپنے چولہ کو آئندہ نسلوں کیلئے بطور وصیت نامہ چھوڑ گئے۔

کتاب انجام آتھم آپ نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی وفات پر لکھی۔ اس کتاب میں آپ نے آتھم سے متعلقہ پیشگوئی پر روشنی ڈالی اور عیسائیوں، مسلمان علماء صوفیاء اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کے لئے دعوت دی اور عربی زبان میں ایک مکتوب باعمل فقراء کے نام لکھا جس میں تائیدات الٰہیہ اور ان نشانوں کا ذکر کیا جو خدا نے آپ کو دئے۔

اسی طرح ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے اردو زبان میں نشانات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے تین سو تیرا اصحاب کی فہرست لکھی جو حدیث نبویؐ کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والی ہے کہ مہدی کے پاس ایک کتاب میں بدری اصحاب کی تعداد کے مطابق تین سو تیرا اصحاب کے نام لکھے ہوئے ہوں گے۔

پھر آپ اپنی عربی کتاب منن الرحمٰن کے صفحہ نمبر 180 تا 184 پر فرماتے ہیں کہ ''علمائے اسلام کو غفلت میں سوئے ہوئے اور مخالفین کی دین اسلام کو مٹانے کی کوششوں اور حملوں کو دیکھ کر میرا دل بے قرار ہوا اور قریب تھا کہ جان ہی نکل جاتی۔ تب میں نے اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی اور تضرع سے دعا کی کہ وہ میری نصرت فرمائے۔ سو ایک دن جبکہ میں نہایت بے قراری کی حالت میں قرآن پاک کی آیات بہت فکر اور تدبر سے پڑھ رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ وہ مجھے معرفت کی راہ دیکھائے اور ظالموں پر میری حجت پوری کرے تو قرآن مجید کی ایک آیت میری آنکھوں کے سامنے چمکی اور غور کے بعد میں نے اسے علوم کا خزانہ اور اسرار کا دفینہ پایا۔ اور میں خوش ہوا اور الحمد اللہ کہا۔ اس آیت کے متعلق مجھ پر کھولا گیا کہ یہ آیت عربی زبان کے فضائل پر دلالت کرتی ہے اور اشارہ کرتی ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں کی اور قرآن مجید تمام کتابوں کی ماں ہے''

یہ مضمون تو بہت تفصیل طلب ہے مگر میں عرض یہ کرنا چاہتی ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تحریرات ایک مدفون اور قیمتی خزانہ ہے۔ جس کی وارث صرف جماعت احمدیہ ہے جس کا قیام خدا کے حکم سے ہوا اور جماعت کے قیام کی حکمت بھی یہی تھی کہ جماعت اس علمی اور روحانی خزانہ کو اپنی آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے کا کوئی مستقل انتظام کرے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنا یہ حق ادا کیا؟

☆☆☆☆

اسلام کا مستقبل میں عروج جماعت احمدیہ کے نظریات اور تعلیمات سے وابستہ ہے

از: محترمہ پروین چوہدری صاحبہ، ایم اے۔ بی ایڈ

فرمان الٰہی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ فطرت کیا ہے؟ خود پروردگار کی ذات۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات ایک منظّم پلان کے تحت آباد کی ہے۔ وگرنہ فرشتے اور جن اس سے پہلے موجود تھے۔ جو صرف عبادت الٰہی کے لئے تھے۔ کائنات کا وجود اس کی تزئین و آرائش انسانی وجود کے بغیر ناممکن تھی۔ خدا کارساز ہے۔ اس نے حسن و دلکشی کے لئے اور انسانی ضروریات کے لئے دشت و صحرا اور سمندر وجود میں لائے۔ انسان کو تسخیر کا جنون۔ ناممکن کو ممکن بنانے کی وحشت اور انسانی فطرت کو کمال کی انتہا تک لے جانا اس کے خمیر میں رکھ دیا۔

ابتدائے آفرینش سے آدم کو فطرت انسانی دی۔ جہاں محبت اور کریمی کا جذبہ دیا۔ وہاں حسد اور انتقام بدرجہ اتم رکھا۔ ہابیل اور قابیل اس فطرت کے مظہر اوّل تھے۔ حسد بدلہ اور انتقام اور قتل۔ اول روز سے ہی اس کا اظہار ہو گیا۔ لیکن یہ تاریک پہلو تھا۔ تاریکی کے ساتھ روشنی لازمی ہے۔ پروردگار عالم نے عین فطرت کے مطابق بتدریج تاریخ کو آگے بڑھایا۔ انسانیت کی تعمیر اور تربیت کے لئے نبیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابتداء میں ایک طویل وقت تک آدم نام کے نبی آتے رہے پھر ابوالبشر کے بعد آدم ثانی نوح علیہ السلام نے نئی تاریخ کا آغاز کیا۔

زمین کے ہر کونے میں بسی قوم کی طرف نبی بھیجے۔ انسانیت اپنا سفر طے کرتی گئی ابتدائی سفر ایک ہی رہا یعنی خدائے واحد کی تعلیم۔ اسلام کے بنیادی اصول طے ہوتے گئے۔ تاریخ رقم ہوتی گئی۔ اسلام کا چہرہ بنتا گیا۔

قرآن کریم میں سب انبیاء کو ایک ہی امت کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ سب ایک ہی اصل اور ایک ہی اصول پر چلتے تھے۔ وہ سب ایک ہی طریق کے پیروکار تھے۔ اگرچہ ان کی شرائع الگ الگ تھیں۔ جس طرح یہودی اپنے اعتقادات کو ہدایت کی راہ بتاتے ہیں۔ اور عیسائی اپنے مذہبی اعتقادات کو صحیح بتاتے ہیں۔ مگر ایک اللہ پر ایمان کا جو اصول تھا۔ وہ ملت ابراہیمی کی جامعیت تھی۔ اسلام سچا اور کامل مذہب ہے۔ اسی لئے اس کی پیش بندی میں ایک نظم و ضبط اور تدریج ہے۔ سلسلہ ابراہیمی اور سلسلہ موسوی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی بھیجے ہیں اور ان کی تعلیم بھی اصلی تھی۔ اور تمام انبیاء برحق تھے۔ اس کا پتہ بھی خدا تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے دے دیا۔

اسلام کو ملت ابراہیمی کا اصل عملی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا کی کامل فرمانبرداری ہی اسلام ہے۔ موسوی اور عیسوی سلسلے دنیا میں بیداری پیدا کرتے گئے اپنے مفادات کے لئے مذاہب میں افراط و تفریط پیدا ہوتی گئی۔ مگر دنیا کا ایک گوشہ ایسا بھی تھا۔ جہاں اپنے جدّ امجد ابراہیم کی تعلیمات کو یکسر بھلا دیا گیا تھا۔ ابتدائے آفرینش سے جس جگہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا گیا تھا۔ اسی جگہ پر رہنے والے گھور اندھیرے میں بستے تھے۔ مگر ایک خدا کا نام وہ بھی جانتے تھے۔ تاوقتیکہ خدا نے وجہ وجود کائنات کو دنیا میں لانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی روشنی اسی صورت ایک چمک دکھلا سکتی تھی جب گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے وجود کی وجہ ہیں۔ خدا نے ایک طویل عرصے تک دنیا کو انبیاء کے ذریعے تربیت دی۔ مگر کامل فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں رکھی۔ اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ محمدؐ اس کے محبوب ہیں۔ جس طرح آنحضور صلعم کی کامل فرمانبرداری سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے انہیں عرش بریں پر بلایا اور گذشتہ نبیوں سے ملاقات، ان کی قوموں کا احوال اور جنت اور دوزخ کا نظارہ دکھایا جو بغیر کسی مقصد کے نہیں تھا۔ مقصد مسلم قوم کے صدیقوں میں یقین کامل پیدا کرنا کہ محمدؐ خدا کے نبی برحق ہیں۔ ان کی فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہے اور صلہ جنت میں خدا اور اس کے رسول کا قرب ہے۔ اور دوزخ نافرمانوں کا مقدر ہے۔ خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کی زندگیاں اس بات کی مظہر ہیں کہ رسول خدا کا قرب انہیں کسی طرح صیقل کرتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اسلام کی مکمل تصویر تھی جو خدا کو اس کائنات کی تکمیل میں مقصود تھی۔ خدا نے اسلام کی تعلیمات کو مکمل کر دیا جو ابتدا سے اب تک انبیاء علیہ السلام اپنی قوموں کی تعلیم و تربیت کرتے رہے تھے۔ ہر وہ شخص جو اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ پہلے گذرنے والے انبیاء پر ایمان لاتا ہے کیونکہ ان کی غرض بھی ایک ہی تھی۔ ان انبیاء پر بھی جو کلام نازل کیا گیا۔ وہ بھی خدائے واحد کی تعلیم اور فرمانبرداری تھی۔

اسلام جامع مذہب ہے سب انبیاء کو راست باز ٹھہراتا ہے۔ کسی کی تکذیب نہیں کرتا کیونکہ اسلام میں جب خدا کو رب کہا ہے تو سب قوموں کا رب ان کی

ربوبیت فرماتا ہے اور مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ ان کی دشمنی ذاتی نہیں بلکہ دینی ہے۔ ان کا رب بھی وہی خدا ہے۔ سو مسلمان جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ خدائی صفات کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کرتا ہے۔ اور خدا اس کے قلب کو اتنی وسعت دیتا ہے کہ وہ دشمنوں سے بھی ہمدردی اور خیر خواہی رکھتا ہے۔ یہ انتہائی مشکل کام ہے مگر خدا تعالیٰ کو سب جہانوں کا رب ماننے کی تعلیم ہی مسلمانوں کو اس مقام پر پہنچاتی ہے جو نبی کریم صلعم نے عملی طور پر ان کے سامنے رکھا۔ اور صحابہ کرامؓ نے اس کو اپنی زندگیوں میں عمل پیرا رکھا۔ اسلام بتدریج ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک عمر بن عبدالعزیز پہلے مجدد کا زمانہ آیا۔ لوگوں نے کایا پلٹتے دیکھی۔ اسلام کی صحیح صورت ابھی زندہ تھی۔ زمانے کی گرد اس پڑتی ضرور تھی اعتقادات کمزور ضرور ہوتے تھے۔ مگر خدا نے اسلام کو مٹنے کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا میں پھیلنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور اس کا انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں تھا۔ یہ کام اس نے مجددین اور اولیاء کو سونپا۔ خدا کی تعلیم میں کوئی کجی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس کی تربیت میں کوئی خامی ممکن ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندہ اور ابدی مثال قرآن کی تفسیر کی صورت میں موجود ہے۔ چودہ صدیوں کے چودہ مجددین اس کی از سر نو تشریح و تفسیر زبانی اور عملی طور پر اپنے اپنے زمانے میں ہمارے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔

خدا کے سامنے مایوسی کفر کے مترادف ہے۔ سو اسلام کے مستقبل کو تابندہ رکھنا ہے تو ان مجددین اور محدثین اور اولیاء کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالیں کہ عشق رسول میں وہ کس قدر ڈوبے ہوئے تھے۔ سنت نبوی سے سر مو انحراف نہیں کرتے تھے۔ اسلام کی زندہ و پائندہ تصویر یہ چودہ صدیوں کے چودہ مجددین ہیں۔

ہر صدی گذرنے پر اسلام میں بہت سی بدعتیں اور اسلامی تعلیمات کے منافی خیالات پنپتے رہے ہیں۔ لوگ عیسائیت کی غلط تعلیم میں سرگرداں رہے۔ بنیادی وجہ معاشرے کا بگاڑ اور پیٹ کی بھوک تھی۔ مگر ان برگزیدہ بندوں نے اپنی عملی زندگی کے ساتھ معاشرے کی تعلیم کا بیڑا بھی اٹھایا۔ سو اسلام ہر کربلا کے بعد زندہ اور توانا ہو کر ابھرتا رہا۔ چودھویں صدی کے مجدد کا وقت بھی ایسا ہی تھا۔ مشنریوں نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ مرزا صاحب نے جن کا فخر ہی احمد کی غلامی میں تھا۔ اپنے عمل اپنی پاکیزہ زندگی اپنی سچائی اور اپنی شاعری سے لوگوں کو رسول سے محبت کرنا سکھایا۔ قرآن تعلیمات پر عمل کرنا اور عیسائیت کے ساتھ باقی مذاہب کی غلط تعلیم کی تصویر پیش کی۔ اپنے احباب کو مولانا نور الدینؓ جیسا مفسر قرآن دیا۔ جن کا فہم قرآن ضرب المثل تھا۔ جامعہ الازھر میں کسی شاگرد نے مولانا جمال الدین افغانی سے پوچھا کہ جناب کیا اس زمانے میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جس کو قرآن پر عبور حاصل ہو۔ تو جواب ملا کہ ہاں ہے۔ نور الدین ہندی۔ حضرت مرزا صاحب کے نورتنوں میں مولانا نور الدین کے ساتھ ان کے شاگرد مولوی محمد علی جیسا نگینہ بھی تھا۔ جن کی تفسیر قرآن اور انگریزی ترجمہ دنیا میں وہ معجزاتی کام دکھا رہے ہیں کہ دنیا میں ہر بڑی یونیورسٹی میں انگریزی ترجمہ اور تفسیر قرآن موجود ہیں۔

اسلام کی روشنی کس طرح ماند پڑ سکتی ہے۔ ناممکن ہے کیونکہ یہ روشنی محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلائی ہوئی ہے۔ روشنی تو وہاں ماند ہو جہاں صرف کتابی تعلیم ہو۔ جہاں تفسیر قرآن میں ایک زندہ پیکر موجود ہو اور خدا کی تائید شامل ہو تو مجددین کا کام آسان ہو جاتا ہے اور چودھویں صدی کے مجدد نے ایک گھمبیر اندھیرے میں روشنی کا مینار کھڑا کیا ہے۔ آپ کی جماعت نے قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

دنیا کی دس گیارہ زبانوں میں قرآن کا ترجمہ اپنا کام دکھا رہا ہے۔ دنیا کی ہر بڑی قوم اسلام سے خائف ہے۔ اسی لئے گاہے بگاہے وہ مذہبی طور پر مسلمانوں کو زچ کرنے کے لئے کبھی کارٹون بناتی ہے اور کبھی افترا پردازیوں سے کام لیتی ہے۔ مگر یہاں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے ایسی برگزیدہ ہستیاں موجود رہی ہیں ان کی تعلیم عملی طور پر معاشرے کی تربیت کرتی ہے۔ اسلام نے دنیا کے کناروں تک جانا ہے۔ عیسائیت کی کھوکھلی تعلیم تھوتھا چنا باجے گھنا کی تصویر ہے۔ یہ ناپائیدار مذہب ہے۔ جس میں صرف دہشت اور دھونس ہے۔ اسلام پرامن دین ہے۔ صلح جوئی اس کے خمیر میں ہے۔ محبت کا پیغام پر تاثیر ہے۔

جماعت احمدیہ کا منشور مسیح موعود کی تعلیم ہے۔ اسلام کی سچی تصویر ہمارے بزرگ پیش کر گئے ہیں۔ دین کی تبلیغ کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ شرائط بیعت میں جہاں دینی اصولوں پر عمل پر زور ہے۔ وہاں معاشرے میں امن اور بھائی چارے کی تربیت بھی دی گئی ہے۔ رسول سے محبت بنیاد بنائی گئی ہے۔ صرف عمل کی ضرورت ہے۔ اپنے بچوں کے سامنے صحیح تصویر پیش کیجئے۔ دنیاوی فائدے ایک طرف۔ مسیح موعودؑ سے محبت کرنا سیکھئے اور سکھایئے۔ مسیح سے محبت رسول سے محبت ہے اور رسول کا راستہ خدا تک جاتا ہے۔

اسلام عروج کی طرف رواں دواں ہے۔ احمدیت کی تعلیمات اور نظریات اس سے متصادم نہیں۔ معاون ہیں۔ آیئے ایک نیا جوش اپنے اندر پیدا کریں۔ اپنی اولاد کو اسلام سے محبت سکھائیں۔ سچائی کا راستہ فلاح کا راستہ ہے۔

بشیر احمد کے قلم سے

چوہدری محمد حیات مرحوم کے بارے میں چند یادیں

پچھلے دنوں چوہدری محمد حیات صاحب آف چک 81 (سرگودھا) کی وفات حسرت آیات کی افسوسناک خبر ملی "بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اس قحط الرجالی میں جماعت کے مخلص ومعاون اصحاب وخواتین کا یکے بعد دیگرے اپنی اپنی راہ لیتے چلے جانا اور اپنے بعد نہ پُر ہونے والا خلاء چھوڑ جانا جماعتی تفکرات میں سے ہے۔

پچھلی صدی کے چھٹے عشرے کی بات ہے، جماعت کی تبلیغی تربیتی کلاس میں مرحوم محمد حیات میرے کلاس فیلو تھے۔ مسلم ٹاؤن لاہور کی عائشہ مسجد سے ملحق "ادارہ تعلیم القرآن" کی عمارت نئی نئی بنی تھی۔ احمدیہ بلڈنگس، لاہور سے ہم طلباء وہاں آنا جانا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھیؒ ادارے کے پرنسپل جبکہ تدریسی سٹاف میں حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصریؒ، حضرت حافظ شیر محمد خوشابیؒ، حضرت ڈاکٹر اللہ بخشؒ، حضرت مولانا احمد یارؒ اور حضرت مولانا عبدالمنان عمرؒ شامل تھے۔ جزوی کلاسیں احمدیہ بلڈنگس میں بھی لگتی تھیں۔ حضرت نصیر احمد فاروقیؒ ان دنوں جامع عائشہ مسلم ٹاؤن میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ میرے دوسرے ساتھی طلباء میں امریکہ کے محمد فاضل رمضان مرحوم، چک 81 (سرگودھا) کے نور احمد مرحوم، فیصل آباد کے مرزا محمد حنیف مرحوم، اوکاڑہ کے محمد طارق، ایرانی عزیز اللہ اور ڈھاکہ کے عبدالستار کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں دونوں احمدیہ ہالوں کی تعمیر ہو رہی تھی۔ سستا وقت تھا۔ بیس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر تھا۔ اچھی گذر ہو جایا کرتی تھی۔ چند پیسوں میں سرکاری بس کے ذریعہ مسلم ٹاؤن اور احمدیہ بلڈنگس آنا جانا ہو جاتا تھا۔

چک 81 میں ایک جماعتی جلسہ کے موقعہ پر احباب لاہور کے ساتھ خاکسار کو بھی جانے کا موقعہ ملا۔ امیر جماعت سوم حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خانؒ اور حضرت ڈاکٹر اللہ بخشؒ بھی شریک جلسہ تھے۔ احمدیہ مسجد میں ایک روزہ تقریب کے جملہ انتظام کرنے کرانے میں بھائی محمد حیات ہی پیش پیش تھے۔
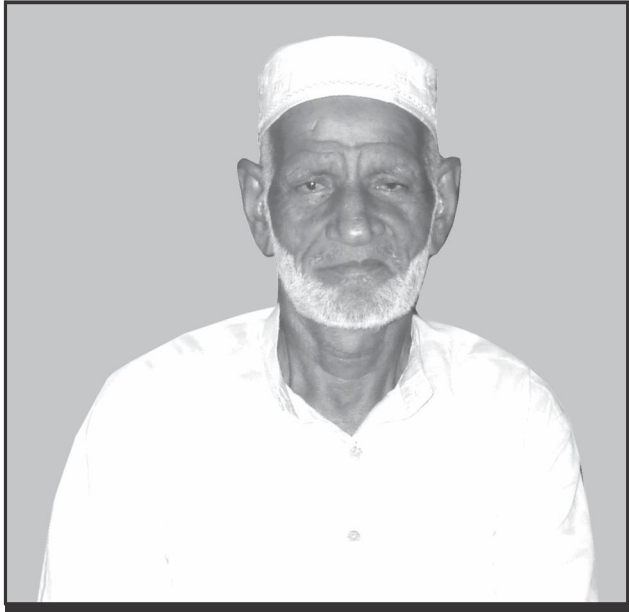
احمدی احباب کی "یک جا رہائش" سکیم کے تحت اور جماعتی تحریکوں کی پھیلتی وسعت کے باعث احمدیہ بلڈنگس کی تنگ دامنی کے خیال سے دارالسلام کالونی کی تعمیر ہوئی تو وہاں سب سے پہلے رہائش رکھنے والے میں اور بھائی محمد حیات مرحوم ہی تھے۔ ان دنوں یہاں کی تعمیرات ہو رہی تھیں۔ ایک طرف پنڈ جیون حانہ تھا جبکہ تینوں اطراف کھیت ہی کھیت تھے۔ میں ان کے ساتھ والے کوارٹر میں رہتا تھا ۔ میرے کوارٹر کے باہر والے کمرے میں ہم نے مسجد بنا رکھی تھی۔ کبھی بھائی حیات

صاحب اذان دیتے تھے تو کبھی میں۔امامت وہی کرواتے تھے۔تعمیراتی کام ہورہا تھا۔کبھی کبھی وہ بھی شامل نماز ہو جایا کرتے تھے۔جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہاں بڑے چھوٹے دوست احباب کی رہائش کے لئے نقشہ بندی ہوئی اور انجمن نے قسطوں پر پلاٹ دینا تجویز کئے تو خاکسار نے بھی پہلی قسط یا اس کا کچھ حصہ جمع کروایا (جو بعد وقت واپس ہو گیا)۔میری یاد کے مطابق میرے لئے پلاٹ بمطابق اس جگہ تھا جہاں ان دنوں سالانہ طعام گاہ کا انتظام ہوتا ہے۔موجودہ مہمانخانہ ابتداً کالج کی عمارت کے خیال سے بنایا گیا تھا۔

میرے اوقاتِ حیات تو اِدھر اُدھر ہی چلتے پھرتے گذر گئے تاہم بھائی محمد حیات یہیں ٹکے رہے۔اور اپنی وفات سے تھوڑے ہی وقت قبل تک انجمن کے دفتر کے مختلف شعبوں میں کام کرتے رہے، تاہم ان کی پہچان کالونی کے انتظام وانصرام اور قبل جلسہ سالانہ کالونی کی عمارتوں کی مرمت اور رنگ و روغن کرنے کرانے کی تھی۔شعبہ بلاد غیر میں ان کے ہم نام چوہدری محمد حیات انچارج آفیسر اور بھائی محمد حیات ان کے معاون ہوا کرتے تھے۔بیرون ملک ڈاک میرے پاس لاتے۔میں ان کا اردو ترجمہ کرتا جو اشاعت کے لئے پیغام صلح میں دے دی جاتی۔ بالخصوص واٹر سپلائی سسٹم بھی ان کی تحویل میں رہتا تھا جامعہ احمدیہ میں ان کی اذانیں بھی سنی جاتیں نمازوں کی اقامت بھی کرواتے۔جامعہ احمدیہ میں کم سن بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھاتے اور ان کی دینی تربیت میں حصہ لیتے اور اس کے جملہ انتظامی امور میں بھی دخیل تھے۔دفتر سے ریٹائرمنٹ کے موقع پر لائبریری ہال، دارالسلام میں بھائی محمد حیات کے اعزاز میں الوداعی تقریب محترم امیر جماعت حضرت ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ وتعالیٰ کی صدارت میں ہوئی۔دفتری سٹاف سمیت مرکزی انجمن کے نائب صدر خان محمد یوسف خان صاحب بھی شریک تھے۔میں عملاً دفتری نظام کا حصہ نہیں تھا، تاہم حضرت امیر جماعت مجھے ایسے یا کسی مشاورتی موقعہ پر حاضری کا حکم کرتے تو حاضری دے دیا کرتا تھا کہ اس موقعہ پر بھی وہاں چلا گیا۔حاضر احباب، بھائی محمد حیات کے بارے میں ان سے بیتے اوقات کا ذکر خیر کر رہے تھے۔

میں قریباً 1956ء سے جماعتی احوال و آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔میری زندگی کا یہ پہلا ''ریفرنس'' تھا، جو کسی دفتری کارکن کی ریٹائرمنٹ پر دیا گیا ہو۔اس کا کریڈٹ میرے بھائی، محترم حضرت امیر ایدہ اللہ کی جواں ہمتی کو جاتا ہے۔بہرحال میں بھی اس موقع پر کہنا چاہتا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر کچھ بھی نہ کہہ سکا، صرف دیکھتا سنتا ہی رہا اور دیکھتا سنتا ہی رہ گیا۔اس لئے کہ میں ابھی انہیں ''ریٹائرڈ پرسن'' نہیں سمجھتا تھا۔

وہ اپنے چک چلے گئے، بعدازاں دو ایک بار کالونی میں دیکھا تو ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف لپکے اور باہم بغل گیر ہوئے۔آخری ملاقات میں تو انہوں نے ایسا کوئی گرین سگنل اپنی ''ریٹائرمنٹ'' کا نہ دیا تھا۔

بھائی چوہدری محمد حیات مرحوم نہایت صابر و شاکر شخص تھے۔انجمن کے مالی معاملات میں ان کا رویہ نہایت مخلصانہ اور دیانتدارانہ تھا۔منکسر المزاج، صاف گو اور محبتی طبیعت کے مالک تھے۔اپنے آپ کے خود استاد تھے اور ہر کسی کا کام کرنے کرانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔میرا مکان لاہور کینٹ کے علاقہ آفیسر کالونی میں ہے جو دارالسلام سے اچھی خاصی مسافت پر ہے۔میرا کبھی ''پانی بند'' ہو جاتا تو بھائی محمد حیات ہی آکر کھولتے۔آنا جانا بھی مفت کرتے۔اور اس شرط سے آتے جاتے کہ صرف روٹی پانی ہی ہوگا، حلوہ مانڈہ اور چرغہ مرغا نہیں چلے گا۔ایک دفعہ میں نے یہ شرط توڑی تو ''میں روزے ناں آں'' کہہ کر قطع طعام کر لیا۔بڑی مشکل سے ان کا روزہ تڑوایا۔ایسے پیارے اور بے نفس انسان جماعتی ماحول میں کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں اور جاتے جاتے تنہائیوں، جدائیوں ایسی بھاری بھرکم صلیب ہمارے ناتواں کندھوں پر رکھ جاتے ہیں جو اٹھائے نہیں اٹھتی۔اس اداس لمحہ مجھے ایک شعر یاد آ گیا جو برسوں پہلے لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور کے جریدے ''کرن'' میں پڑھا تھا۔اسے میں اپنے مرحوم بھائی چوہدری محمد حیات کے نام کرتا ہوں:

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا جن کو آسماں نے خاک چھان کر

جنرل سیکرٹری محترم عامر عزیز صاحب کے دورجات

ہالینڈ، سرینام، گیانا اور ٹرینیڈاڈ

انگریزی سے ترجمہ: مریم منصور

میں نے ارادہ کیا تھا کہ برلن سے ہالینڈ تک کا سفر ٹرین کے ذریعے طے کروں۔ سات گھنٹے پر محیط یہ ایک پُر لطف اور حسین وادیوں سے بھرپور سفر تھا۔ میں یکم فروری کو ہالینڈ پہنچا جہاں بھائی ہینک گجادر اور ان کے بیٹے ایلون نے میرا استقبال کیا۔ ان کی مہمان نوازی قابل تعریف ہے۔

میں نے جمعہ کا خطبہ اور نمازِ جمعہ مسجد قبلتین (دی ہیگ) میں پڑھائی۔

احمدیہ انجمن ہیگ ہالینڈ کے سابقہ صدر جناب ہارون بدلو صاحب ایک بہت ہی محنتی اور مخلص انسان ہیں۔ انہوں نے مجھے خطاب کے لئے بلایا اور ساتھ ہی سوال و جواب کی محفل کا بھی انتظام کیا گیا۔ پروگرام نہایت ہی اچھے انداز میں ہوا اور میرے خطاب کا موضوع ''اسلام میں تعلیم کو فروغ دینا ہے نہ کہ جہالت کو'' اس کو کافی پذیرائی ملی۔

دوسرا پروگرام سٹیکٹنگ ہالینڈ

پروگرام کا آغاز عشاء کی نماز سے ہوا۔ ہالینڈ احمدیہ انجمن لاہور سٹیکٹنگ نے نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ ہفتے کی شام میرا مہمان خصوصی کی حیثیت سے ایک خطاب تھا جس کا موضوع ''نظریہ یاجوج ماجوج اور دجال'' تھا۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کی محفل بھی تھی۔ جناب نور سردار صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے اور خطاب کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔

درس قرآن

شبیر حسینی صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کی سالگرہ کی تقریب میں مدعو کیا جو کہ خود بھی جماعت کے ایک متحرک ممبر ہیں۔ مجھے درس قرآن کے لئے کہا گیا۔ ان کا سارا خاندان وہاں موجود تھا۔ یہ ایک اچھا پروگرام تھا اور درس قرآن کے بعد مجھے جماعت کے پرجوش ممبران سے ملنے کا موقع ملا۔ درس قرآن کے بعد میں اور حسینی صاحب مسجد کی جانب چلے گئے جہاں شام میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

جمعہ کی نماز اور ملاقات

جمعہ کی نماز اور خطبہ یوترخت ہالینڈ کی مسجد میں دیا جو کہ ہالینڈ جماعت کی عظمت کا نشان ہے۔ یہ مسجد ایک گرجا گھر خرید کر بنائی گئی تھی۔ جناب میکس لال محمد صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا اور مجھ سے گذارش کی کہ میں حاضرین سے خطاب کروں۔ نماز جمعہ کے بعد ہم ہال میں جمع ہو گئے جہاں جماعت کی سرگرمیوں کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ میں نے ہالینڈ کے نوجوانوں سے جماعت کی مذہبی تعلیم کے حوالے سے بات چیت کی۔ مرکزی انجمن کے ذریعہ سے میں نے گرمیوں میں تعلیمی اور تبلیغی کلاس کی تجویز پیش کی۔ اس کے علاوہ مرکز میں تیار کردہ حضرت صاحب کی کتابوں کی آڈیو سی ڈی بھی تقسیم کیں۔

جلسہ سیرت النبیؐ

اسی شام مجھے مسجد قبلتین میں سیرت النبیؐ کے ایک جلسے کی تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا۔ جناب شیخ قاسم صاحب جو کہ ایک پرجوش اور متحرک رکن جماعت ہیں ان کو جماعت کا نیا صدر منتخب کیا گیا ہے۔ حضرت امیر اور مرکزی انجمن کی طرف سے میں نے انہیں اور ان کی کابینہ کے نئے اراکین کو مبارکباد دی اور ان کے مستقبل کے لئے دعا کروائی۔ میں نے جلسے میں ''مسلم نوجوان کو درپیش مسائل اور ان کے حل'' پر خطاب کیا۔ ہارون بدلو صاحب جو کہ ایک نہایت قابل اور تعلیم یافتہ شخص ہیں انہوں نے میرے خطاب کا ڈچ زبان میں ترجمہ کیا۔ جناب سنتو صاحب نے بھی مجمع سے خطاب کیا اور حاضرین کو برلن میں ہونے والے جلسے کی دعوت دی۔ محترم نور سردار صاحب نے بھی جلسے سے خطاب کیا اور جلسے میں مدعو کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کا اختتام دعا سے ہوا۔

درس قرآن

درس قرآن اور تقریب تقسیم کی ایک تقریب کتب ہینک صاحب کے گھر

ہوئی۔ میرے ہالینڈ کے دورے کے پہلے حصے میں جناب ہینک صاحب میرے میز بان تھے۔ میرے دورے کے دوسرے حصے میں میری ان سے ایک بار ملاقات ہوئی۔ ان کا تمام خاندان ان کے گھر جمع تھا اور مجھ سے درس قرآن کی درخواست کی گئی ۔ درس قرآن کا موضوع ''والدین کے حقوق اور احمدیہ انجمن لاہور کے مقاصد'' تھا۔ یہ ایک نہایت اچھا پروگرام تھا اور میں نے جماعت کے بھائیوں کے ساتھ ایک اچھا وقت گذارا۔ تحریک احمدیت اور دیگر کتابیں ان نوجوانوں میں تقسیم کی گئیں جو کہ اسلام (I) کا پہلا امتحان پاس کر چکے تھے۔

خدا کے فضل سے ہالینڈ جماعت ایک بڑی مضبوط جماعت ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ اس کو ایک فعال اور نافع الناس جماعت بنائے۔

سرینام احمدیہ اسلامی تنظیم

میں نے 10 فروری سے 6 مارچ تک سرینام اسلامی تنظیم کا دورہ کیا۔ یہ ایک کامیاب دورہ تھا۔ سرینام جماعت صدر ڈاکٹر رابرٹ پیٹ صاحب اور نائب صدر جناب رحمت خان صاحب نے ہوائی اڈے پر میرا استقبال کیا۔

سرینام میں جماعت کے ممبران کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور جماعت بھی نہایت متحرک ہے۔ میں نے سرینام جماعت کی تمام شاخوں میں جا کر خطاب کیا۔ سرینام میں ہماری سترہ مساجد اور بڑی جماعتیں ہیں۔ میں نے ضلع نائیکری میں جمعہ کا خطبہ دیا اور ایک لیکچر بھی دیا اس جگہ ہمارے پاس تین مساجد ہیں۔ یہ ایک نہایت اچھا سفر تھا جس میں ہمارے ساتھ سرینام جماعت کے دیگر ممبران بھی شامل تھے۔ سفر نہایت ہی خوش گوار اور پرسکون تھا۔

غیر مسلموں کو اسلام کی تعلیم

اللہ کے فضل سے مجھے اُن غیر مسلموں کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم دینے کا موقع بھی میسر آیا جو مسجد میں آتے تھے۔ چونکہ سرینام جماعت کی مرکزی مسجد نہایت ہی خوبصورت اور شاندار ہے لہذا سیاح اس کو دیکھنے کے لئے دور دراز کے ممالک سے آتے ہیں۔ یہ اللہ کا پیغام پہنچانے کا ایک نادر موقع تھا اور مختلف اوقات میں مختلف گروپس سے اسلام کے بارے میں گفتگو جاری ہے۔

ریڈیو پروگرام اور آڈیو کتب

اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ریڈیو پر بارہ لیکچر دینے کا موقع ملا۔ یہ لیکچرز پورے سرینام میں پیش کئے گئے۔ اس دوران میں حضرت مرزا صاحب کی دو کتب کی آڈیو سی ڈی بھی ریکارڈ کیں۔

سرینام جماعت بورڈ کے ممبران کے ساتھ ملاقات

میری سرینام جماعت کے مرکزی بورڈ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ تمام ممبران نے میرے دورے کا شکریہ ادا کیا اور مرکزی انجمن کی اس کاوش کو سراہا۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ سرینام کے لئے ایک مبلغ کی تعلیم وتربیت کا انتظام مرکزی انجمن کرے۔ اپنے دورے کے دوران ایک نوجوان سے مل کر بہت خوش ہوا جو کہ مبلغ کی تعلیم لینا چاہتا ہے۔

سرینام جماعت ایک یتیم خانہ بھی چلا رہی ہے جو کہ نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ مرکزی انجمن کی طرف سے ہم اس کاوش کو سراہتے ہیں۔

ہم لوگ اس بات کے شکر گذار ہیں کہ سرینام بورڈ نے کھلے دل کے ساتھ مرکزی انجمن کو اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ ایک کامیاب دورہ تھا جس نے سرینام جماعت کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اور مضبوط کر دیا۔

گیانا

گیانا جماعت میں میرا چار دن کا دورہ تھا۔ عالم شاہ صاحب گیانا جماعت کے صدر نے ایئر پورٹ پر میرا استقبال کیا اور ایک چھوٹے سے وقفہ کے بعد ہم لوگ باربیس کے لئے نکل پڑے۔

میں نے باربیس میں متعدد مقامات پر سامعین سے خطاب کیا۔ گیانا جماعت کے پاس سات مساجد ہیں۔ وہاں کے چند مقامی ممبران احمدیت کے فروغ کے لئے بہت محنت کر رہے ہیں۔ وہاں کی مرکزی انجمن نے گیانا جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے Audio, Video پروگرام انگلش زبان میں پیش کیے ہیں اور یہ پروگرام ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی سنائے اور دکھائے جاتے ہیں۔ میرا ایک پروگرام گیانا کی مرکزی مسجد جارج ٹاؤن میں بھی ہوا۔ حاضرین کی ایک کثیر تعداد سے خطاب کیا۔ خطبہ جمعہ ایک چھوٹی جماعت مسجد نمبر 3 میں دیا اور حاضرین کو اسلام کی خدمت اور قرآن کی خدمت کے لئے نصیحت کی۔ گیانا جماعت کا دورہ مختصر تھا مگر خدا نے کامیابی عطا کی۔

ٹرینیڈاڈ

میں نے Trinidad اور Tobago کا تین روزہ دورہ کیا

Trinidad میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ایک بہت ہی منظم اور فعال جماعت ہے۔ ایئرپورٹ پر میرا استقبال بھائی مولانا کمال ہائیڈل صاحب، ڈاکٹر سیل صاحب اور بھائی عزیز نے کیا۔

مجھے نئے تعمیر شدہ احمدیہ ہاؤس میں لے جایا گیا۔ جہاں پر صحت سے متعلق ایک تربیتی پروگرام منعقد کیا گیا تھا۔ 40 مرد اور عورتوں کو وہاں پر تربیت دی جارہی تھی۔

Trinidad جماعت کے پاس جدید ٹیکنالوجی کے تمام آلات ہیں جن سے وہ جماعت کی تربیت کا احسن کام سرانجام دے رہی ہے۔ Trinidad جماعت کے پاس ایک مضبوط جماعتی ڈھانچہ ہے اور اس کے تمام اراکین نے اپنے آپ کو اس مقصد کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ایک پروگرام میں تمام جماعتوں کے وفود کے سامنے مجھے مرکزی انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کرنے کا موقع بھی ملا۔

اسی شام ایک مقامی جماعت کی شاخ میں سیرت النبیؐ کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ میں نے اس سے خطاب کیا اور سیرت النبیؐ کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا۔

Dr. Ovel Seale نے قرآن پاک کی آخری دس سورتیں تلاوت کیں۔ ڈاکٹر Ovel نومسلم ہیں اور انہوں نے تھوڑے عرصے میں قرآن پاک پڑھنا سیکھ لیا ہے۔ یہ اس جماعت کی نہایت بڑی کامیابی ہے۔

کنجال جماعت ٹرینیڈاڈ

ایک مقامی جماعت کنجال نے بھی عید میلادالنبیؐ کا ایک جلسہ منعقد کیا۔ اسی جلسہ میں میں نے (اسلام علم اور حکمت کا دین ہے) کے موضوع پر خطاب کیا۔ جس کو حاضرین نے پسند کیا۔ اس میں ایک بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اس دورہ کے دوران مولانا کمال ہائیڈل اور ندیم ہائیڈل صاحب سے گفتگو ہوئی کہ جماعت کو پانچ سالوں پر محیط ایک ایسا منصوبہ تشکیل دینا چاہیے جس میں ہم اپنی جماعت کو مختلف ممالک میں مستحکم کرسکیں خاص طور پر جنوبی امریکہ کے ممالک میں۔ ہمارے محترم بھائی جناب ڈاکٹر حمزہ رفیق صاحب برازیل میں Trinidad کے سفیر کی حیثیت سے تعینات ہیں اس لئے ہمیں ان کی موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی جماعت کی اس ملک میں بنیاد رکھنی چاہیے۔

آنے والے پانچ سالوں میں ہمیں دنیا کے زیادہ آبادی والے علاقوں میں اپنی جماعت کے لئے کام کرنا چاہیے مثلاً چین، انڈیا اور جنوبی امریکہ وغیرہ۔

احمدیہ انجمن لاہور Trinidad نے احمدیہ ہاؤس میں ایک لائبریری بھی قائم کی ہے جس میں اُردو کی کئی اہم کتابیں موجود ہیں۔

انہیں مرکز میں ایک ایسے نوجوان کی خدمات کی ضرورت ہے جو کہ ایک ماہ کے اندر کتابوں کو سکین کر کے ویب سائٹس پر چڑھانے کے عمل کو یقینی بنا سکے۔

احمدیہ مسلم لٹریری ٹرسٹ

میرے دورے کے آخری دن مجھے احمدیہ لٹریری ٹرسٹ ٹرینیڈاڈ کے ممبران سے ملنے کا موقع ملا اور ان سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ اس ٹرسٹ کے ممبران بہت عمدہ لٹریچر شائع کر رہے ہیں جو کہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر یکساں مقبول ہے۔ میں نے ممبران سے مختصر خطاب کیا۔ مرکزی انجمن کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی اور مختلف تیار شدہ سی ڈیزان کی خدمت میں پیش کیں۔

اس ٹرسٹ کے ممبران نے ٹرینیڈاڈ خواتین کی قومی مسلم تنظیم کے ساتھ میرا ایک لیکچر منعقد کروایا جہاں پر میں نے غیر احمدی خواتین کی ایک کثیر تعداد سے خطاب کیا۔ اس مجلس میں مختلف مکاتب فکر کی خواتین کی ایک کثیر تعداد جمع تھی۔ میں نے ''اسلام میں عورتوں کے حقوق اور انہیں علم حاصل کرنے کی ترغیب'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس کو اس قدر سراہا گیا کہ بعض خواتین نے یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے اس سے قبل اتنا اچھا لیکچر نہیں سنا۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے وگرنہ یہ عاجز تو اس قابل بھی نہیں کہ کچھ کہہ سکے۔

بہن نادرہ جو کہ بہت ہی متحرک اور محنتی ممبر ہیں نے مجھے ایئرپورٹ چھوڑا۔ ان کا زیادہ تر وقت دین اسلام اور جماعت کی خدمت میں گذرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔ آمین

اس دورہ سے مرکزی انجمن اور دیگر جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بہترین تعلق قائم کرنے میں کامیاب رہے۔

آخر میں میں ان تمام لوگوں کا بہت شکر گذار ہوں جنہوں نے میرے دورہ کے دوران میرا بہت خیال رکھا اور اس دورہ کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ خدا ان پر اپنی رحمت برساتا رہے۔ آمین

☆☆☆☆

خدا میں زندہ رہیں

از: نصرت مبارک احمد صاحبہ

دنیا نے اب ترقی کر لی ہے اور مزید تیزی سے ترقی کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ بہت کم لوگوں کو خدا کی یاد آتی ہے۔ ظاہری طور پر گرچہ انسان محفوظ ہو گیا ہے۔ بیماریوں کے نت نئے علاج نکل آئے ہیں۔ گرمی سردی سے بچاؤ کے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں۔ ہزاروں میل کے سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتے ہیں۔ کمپیوٹر نے ہر جگہ ہر قسم کی خبروں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی وہ باطنی طور پر تہی دست ہو گیا ہے۔ دولت، شہرت ہر قسم کا عیش کا سامان موجود ہے۔ مگر سکون نہیں۔ روح بے قرار ہے۔ اس کی زندہ مثالیں مارلن منرو، عالم ہیں مشہور ایکٹرا س کے ہزاروں مداح پھر بھی اس نے خود کشی کر لی۔ یہی حال مشہور زمانہ سنگر ایلوس پریسلے کا ہوا۔ ہالی وڈ کا مانا ہوا ایکٹر راک ہڈسن جس کا دیوتا۔ وہ پردہ سکرین پر جب آتا تو تماشائیوں کا اشتیاق دیدنی ہوتا اب اس کو دیکھیں وہ بوڑھا، گنجا، کمزور ایڈز کا شکار ہو کر موت کی راہ تک رہا ہے۔ اسی طرح اور بے شمار لوگ ہیں جن کے پاس دنیاوی دولت اور ہر طرح کی آسائش ہیں۔ مگر دکھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے کہ انہوں نے اس ورلی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لیا۔ ان کا باطن خالی رہا۔

اس دنیا میں بہت سے لوگ بیماریوں، پیاروں کی موت، تنہائی، دکھ، پریشان حالی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ وہ ان مصائب اور آزمائشوں کی وجہ سے زندگی سے تھک گئے ہیں مگر آسمان میں ان کا گھر ہے جہاں ہمیشہ سکھی رہیں گے (اگر وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں) وہی خدا جس نے بے شمار خوبصورت پھول اگائے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ پھر ان میں مہک بھر دیتا ہے۔ چنبیلی کی، موتیا کی، رات کی رانی کی، گلاب کی انسانی ہاتھ ہزار کوشش کر لیں ویسی خوشبو نہیں بن پاتی۔ پھر سمندر، پہاڑ، بادل، آسمان، جنگل بنائے۔ خدا کی بنائی ہر چیز حسین وخوبصورت ہوتی ہے۔ اس کی بنائی ہوئی جنت ایسی کہ جہاں غم، درد، گناہ، جھگڑے، موت کچھ بھی نہ ہوگی۔ اب ہم ان الفاظ کا موازنہ کریں گے جو ملحدوں کے مونہہ سے وقتِ موت نکلے، اور جو ایمان والوں نے موت سے قبل کہے۔

ملحد والٹیئر نے موت سے قبل کہا ''خدا اور انسان نے مجھے چھوڑ دیا ہے میں جہنم میں جاؤں گا، اے مسیح اے یسوع مسیح میری مدد کر''۔

''کتنا خون،، کتنے قتل، میں نے کتنی بری جنگیں لڑیں میں اب سب کچھ کھو چکا ہوں، میں کرب میں ہوں'' (بادشاہ فرانس)

''تھامسن پین Thomas paine اگر میرے پاس پوری دنیا ہوتی تو میں اسے بدل ہی دیتا کاش میری کتاب ''عقل کا دور'' نہ چھپتی۔

تاہم وہ شخصیات جو خدا پر ایمان رکھتی تھیں ان کے آخری الفاظ کچھ یوں تھے ''ہمارا خدا وہ خدا ہے جو نجات کا سرچشمہ ہے۔ خداوند وہ ہے جس کی بدولت ہم موت سے خلاصی حاصل کرتے ہیں'' (مارٹین لوتھر)

''خدا میں زندہ رہو اور خدا میں مرد اور جسم کو موت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں'' (جان فوکس)۔ ویلز کا ایک بوڑھا دوکاندار جب مر رہا تھا تو بل گراہم کا والد اس کے پاس تھا۔ اس دوکاندار نے کہا: تم یہ موسیقی سن رہے ہو، آہ کیسی خوبصورت، ایسی موسیقی میں نے زندگی بھر نہیں سنی۔ سازندے، گیت گانے۔۔ روشنی۔۔۔ ساتھ ہی اس نے دم توڑ دیا''۔

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

تہذیب

دنیا میں جن قوموں کی عزت ہے وہ ان کے مہذب ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ مہذب وہ ہوتا ہے جس کا لہجہ اور زبان شائستہ ہو۔ بڑوں کی عزت کرتا ہو۔ عورتوں اور بچوں کا خیال رکھتا ہو۔ انسان دوست ہو اور جس میں خود غرضی نہ ہو۔

خوامخواہ غصہ دکھانا، چیخ چیخ کر بولنا، لڑائی جھگڑا اور شور وغل کرنا، منہ سے برے الفاظ نکالنا، بے صبری دکھانا، لوگوں کو دھکے وغیرہ دے کر اپنا کام پہلے کروانے کی کوشش کرنا، دعوتوں وغیرہ میں پلیٹ کو بے تحاشہ بھر لینا، جلدی جلدی کھانا، محفل میں لوگوں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے اچھی جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا، ہر وقت اپنی تعریفیں کرنا، شیخی اور بڑائیاں کرنا، اپنا فائدہ ڈھونڈنا، لوگوں کی شرافت اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانا یہ سب گھٹیا اور غیر مہذب عادات ہیں، یہ باتیں انسان کو بے وقار کر دیتی ہیں۔ اس کی شخصیت میں ہلکا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

بچو! آپ ہمیشہ مہذب اور باوقار بننے کی کوشش کریں۔ منہ سے اچھے الفاظ نکالیں۔ چھچھوری اور پست حرکات بالکل نہ کریں۔ اپنی شخصیت کو شریفانہ اور قابلِ احترام بنائیں۔ خوبصورتی کا تعلق اعمال سے بھی ہوتا ہے۔

انسان کے خیالات اور اعمال کا گہرا اثر اس کی ظاہری شخصیت پر بھی پڑتا ہے۔ اپنے اعمال عمدہ بنائیں۔ اگر اس کے لئے تھوڑی سی قربانی بھی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں۔ آہستہ آہستہ ہمارا پاکستان بھی مہذب ہو جائے گا۔

(انتخاب از: اچھے پاکستانی بچے)

بچوں کے لئے نظم

چوں چوں کرتی چڑیا آئی — چونچ میں اپنی تنکا لائی
تنکوں سے اس نے گھونسلا بنایا — پتوں سے پھر اُس کو سجایا
پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی — انڈے دے کر سینے بیٹھی
کچھ انڈے تو کچے نکلے — باقی میں سے بچے نکلے
بچوں نے وہ شور مچایا — سارے گھر کو سر پہ اٹھایا
کوئی کہتا اماں کھانا — کوئی کہتا اماں پانی پلانا
چڑیا بولی پیارے بچو — غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو
ابّا کام سے آتے ہوں گے — دانا دنکا لاتے ہوں گے
تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا — پھر سب مل کر سیر کو جانا

قہقہے

ایک آدمی سائیکل پر جا رہا تھا۔ راستے میں اچانک ایک راہگیر سے ٹکر ہو گئی۔ راہ گیر غصے سے بولا۔ ''اندھے ہو نظر نہیں آتا''؟ سائیکل سوار نے جواب دیا ''اللہ کا شکر کرو تم بچ گئے ہو۔ دراصل میں ٹرک ڈرائیور ہوں اور آج چھٹی پر ہوں''۔

دو پاگل آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ پہلا ''تم انگلینڈ سے کب آئے ہو؟'' دوسرا ''پندرہ تاریخ کو۔ پہلا (حیرانی سے) ''لیکن آج تو تیرہ تاریخ ہے''۔ دوسرا ''مجھے ذرا جلدی تھی اس لئے دو دن پہلے آ گیا''۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام ۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

خاتم کمالات نبیؐ

اس جگہ پر یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں مانتے، یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقینی معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس سرچشمہ سے سیراب ہوں دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آ کر اس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔

(الحکم، ۳۱ جولائی ۱۹۰۴ء)

خاتم النبین

کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین یقین نہ کرے جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپؐ کو خاتم النبین نہیں مانتا کچھ نہیں۔

(الحکم، ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء)

صاحب خاتم

اللہ جل شانہ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یعنی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۹۷ حاشیہ)